عاشقی چیست بگو بندۂ جاناں بودن   دل بدست دگرے دادن و حیراں بودن

حمد خدائے راکہ دریں زمان میمنت اقتران کتاب لاجواب

مصنفہ

حضرت مولنا حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہم

مثنوی تحفۃ العشاق

۱۳۲۱ھ

حسب الایمائے جناب مولوی محمد یحییٰ صاحب تاجر کتب گنگوہ ضلع سہارنپور

باہتمام منشی محمد بلال کرم بخش مالک مطبع

در بلالی دخانی پریس ساڈھورہ ضلع انبالہ طبع گردید

قیمت ۱ر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد ہے جو ہے سزاوار احد
ہیں احد میں محو سب محمود حد

حمد اسکو ہے کہ بے شان و نشان
وحدت اپنی کی ہے کثرت میں عیان

حمد ہے اسکو کہ در باغ وجود
ہر روش ہر رنگ کی ہے اپنی نمود

حمد ہے اسکو جو ہے موجود یار
اول و آخر نہان و آشکار

حمد عالم میں کرے ہے جسکی تو
سب اوسی کو پہنچتی ہے مو بمو

دو جہان ہے آئینہ رخسار جان
ذرہ ذرہ میں ہے حسن اسکا عیان

گر کرے اوصاف و تعریف صفات
ہیں حقیقت میں وہ سب اوصاف ذات

موج و کف کو بحر سے دوری ہے کب
اصل کو سایہ سے مہجوری ہے کب

حمد خلقت کی ہے خالق کی ثنا
کیونکہ ہے مخلوق کی اوس سے بنا

حمد اوسکی کیا کسیکی تاب ہے
مادح و ممدوح وہ خود آپ ہے

ہو یہی توحید و تحمید و ثنا
اپنی ہستی کو کرے اوسمیں فنا

ہے یہی تنزیہ و توصیف غفور
وصف و ثنا خودی کر اپنی دور

ہے یہی تسبیح و تہلیل تمام
محو کر تو دوسرے کا دل سے نام

جتنی موجودات مخلوقات ہے
سب اوسیکی حمد میں نرات ہے

آسمان شمس و قمر انجم تمام
عشق میں اوسکے ہیں سرگردان مدام

ہیں نجود و بیہوش و بے آہ و فغان
گرتی ہے ہر دو رو بس یو دربان

فرش ہے تا عرش موجودات سب
مست و لایعقل ہیں اندر عشق رب

حمد ہے اسکو جو خود موجود ہے
اور سوا اوسکے جو ہے نابود ہے

حمد ہے اسکو کہ با چندین و چون
سب میں ہے اور سب سے بیچون و چگون

حمد ہے اسکو کہ با ضدیت و فر
ہر زمان آئینہ میں ہے جلوہ گر

ہے وہی جلت سزاوار ثنا
علت و معلول ہیں اسمیں فنا

کیونکہ عالم میں نہیں ہے غیر یار
حامد و محمود ہے آپ آشکار

نقش کی گر حمد تو نے نقاش کی
در حقیقت حمد ہے نقاش کی

ہے صفات و ذات اک کب فرق ہے
نور جو خورشید میں بس غرق ہے

یعنی موج اور بحر سایہ و اصل
ایک ہیں رکھتی نہیں آپس میں فصل

حمد کیا اسکی کرے کوئی بشر
عقل و ادراک کے جلتے ہیں پر

ہے حقیقت میں یہی بس حمد یار
یاد تو اسکی کرے لیل و نہار

ہے یہی تعظیم و حمد کردگار
روبرو اوسکے ہو تو بس خوار و زار

ہے یہی تشریف و تکریم خدا
حکم پر اوسکے کرے جانکو فدا

قول پیغمبر ہے لا احصی ثنا
کر سکے پھر کون اوسکی ثنا

دیکھتا ہے جسکو تو بے گوش و لب
ظاہر و باطن کریں ہیں حمد رب

عشق کی اوسکے زمین پیکر شراب
ہے پڑی مست و مدہوش و خراب

ہیں زمین و آسمان میں جو کہ شے
عشق میں اوسکو اگر دیکھے ہوش ہے

دیکھ ذرات عالم کو تمام
ہیں شراب عشق سے مخمور مدام

ہیں ہوئے عشق سے اسکی تمام
سب جہاں ان قصاں تمام

کیا ملک کیا انس و جن کیا وحش و طیر
عشق ذاتی ہے ہر اک کی جسم میں

مست انساں ہے بشر خاص سے
عشق وہ دریا ہے جان اخلاص سے

مست جام عشق سے ہیں عاشقاں
فانی و باقی ہیں او سے عارفاں

مومناں مخمور از جام طہور
کافراں ہیں مست بیکراں شور

صومع و مسجد و کنشت و دیر میں
شہر و جنگل جابر شر و خیر میں

گر بظاہر ہے ہر اک کا یار اور
ہے بباطن وہی ہی کچھ جو غور

ہے جمال حق سے ہر آن آشنا
ہر لقب میں کرتا ہے اوسکی ثنا

سارے عالم کا وہی معبود ہے
سبکو ہر شے سے وہی مقصود ہے

رابطہ اسکو ہے سب کی جان سے
بانوا اک ہی اُسکے خوان سے

ایک جرعے سے ہوا بیہوش ایک
گر گیا دریا میں گر نوش ایک

غرق ہیں دریا میں او رجو یار آب
مست ہیں مستی میں او با نگیں خراب

ہیں عجب بیخود تماشا ہی عجیب
در بدر پھرتے ہیں او رگھر میں حبیب

مظہر ہادی ہے سب آگاہ ہے
مظہر اسم مضل گمراہ ہے

ہیں او سبھی خورشید کے سایہ تمام
بر حجر و شجر و در و دیوار و بام

جیسے سایہ خور کی ہے جانب رواں
تاکہ ہو سر یقین تجھپر عیاں

جبتلک رکھے نہ دریا میں قدم
مار اس مسئلہ میں تو ہرگز نہ دم

رکھیو تو فرق مراتب پر نظر
تا نہ ہو ایماں میں تیری ضرر

ہوش کر کے تک کوش سے بیہوش ہو
ابھی مستی سے ذرا خاموش ہو

کوہ و دشت و بحر و بر بالا و پست
سب شراب شوق سے اسکے ہیں مست

جملہ عالم کیا عقیل و کیا وحوش
ہیں شراب عشق سے سب درد نوش

انبیا مسرور جام وصل سے
اولیا مخمور بادہ اصل سے

اہل باطن جام وحدت سے ہیں مست
اہل ظاہر دور کثرت سے ہیں مست

زاہد اوسکے جام سے گم کردہ ہوش
رند اور اوباش او سکے درد نوش

مومن و ترسا و رند خمر خوار
عاشق اسکے ہیں و ان آشکار

اوسکا جویا ہے اپنے طور پر
ایک ہے ہی دوسرا ہیں بیخبر

ہے ہر اک کا ذکر تسبیحات او
ڈھونڈھتا ہے اسکو ہر اک اپنے طور

ہے ہر اک کو مستی دل شوق او
رکھتی ہے جو ہر جان اسکا ذوق او

ایک ہے اک گھونٹ سے گمکردہ ہوش
گر گیا ہے دوسرا دریا کو نوش

الغرض ہر اک با اندازہ خمار
بیخود دوسرا مست ہے جو یار

غرق ہیں بانیمیں اوسے دریا ہیں آہ
بیخود دوسرا مست ہیں او بادہ خواہ

ہر کوئی ہر اسم سے ہے فیضیاب
کوئی آسودہ ہے اور کوئی خراب

گرچہ اک دریا کی ہیں جدا ضرور
نیک نکالا رنگ ہے انکا ظہور

عارضی ہیں چند مدت گو عیاں
ہوگئے آخر اصل میں ہے نہاں

گر نظر دریا میں موج جو نگو گذر
تاکہ ہو معلوم تجھکو سر یار

یعنی مست بیحال ہیں قال کر
حال ہو کر تو کشادہ بال کر

بس غم کر مدد تو زیادہ کلام
تا خرابی میں پڑ جا فہم عام

ہٹ الٹ پردہ دکھا کر ہاتھ تو
گر طلب اس ہے اب اسکی ذات تو

غرض کہ اس سے کہ ای جان جہاں
بے ترے ہرگز نہیں ہے جان جاں

مناجات بجناب الٰہی تعالیٰ شانہ

ای مرے معبود ای میرے آلہ
ہے تو ہی مقصود دل بی اشتباہ

ای مرے مطلوب دل مطلوب جاں
اپنے ملنے کا بتا کوئی نشاں

ہجر سی زیادہ مصیبت کچھ نہیں
اس سے بہتر ہے کہ مرجاؤں کہیں

کیونکہ جو جان اصل جاں نہیں
جان ہے جان بیک جانیں جانتیں

یا الٰہی مجھکو مجھسے دور کر
تاکہ دیکھوں تجھسے تجکو اک نظر

ای مرے محبوب اے میرے حبیب
ہوں غم دوری سے مرنیکے قریب

جو مرے تو جان کو ہو وصال
جان ہے تجھ بن رجان مجھ پر وبال

کبتلک یارب رہیں تجھسے جدا
جلوہ گر ہو مجکو تجھسے جدا

دو جہاں کچھ نہیں مجکو طلب
تجھ سوا کرتا ہو دل سے تجکو طلب

دو نو عالم سے نہ مجھکو کار ہے
یا الٰہی تو ہے رحمان الرحیم
یا الٰہی تو ہے خلاق جہاں
گرچہ دو عالم سے تو ہے بے نیاز
مونس غمخوارگاں ہے تیری ذات
ہے مرض لادوا کی تو دوا
ہے سے ہر درد کی تو ہی دوا
میرا مونس بیکسی میں ہے تو ہی
تو ہی خالق تو ہی رازق تو ہی رب
بیکس حسرت زدہ ہیں لطف و عطا
ہے یقیں گو عمر بھر عصیاں میں اب
ہو طلوع تیرا اگر ماہ نجات
لطف و احسان کیا بیاں کروں تیرا قدیم
گھر میں مومن کے مجھے پیدا کیا
یعنی دار الکفر سے مجکو نکال
تھا گنہ ہو بھی نجاست میں بھرا
اپنی رحمت کے پیالے سے پلا کے
لایا گر گلشن میں خارستان سے
ہوں ترا اگرچہ برا ہوں یا بھلا
گر بڑا را تو نے اے شاہ جہاں
یوں ہی مومن ہے اب تو اے پروردگار
ہے مجھے شاہی گدائی میں تری
عزت و ذلت تمامی شکر و صحو
الغرض پھر پھر گئے آخر دید
یونہی نکھو بھی میری سر بسر

مناجات دیگر

مالک دارین شاہ انس و جاں
بیکس بیچارہ کا تو ہے چارہ ساز
چارہ بیچارگاں ہے تیری ذات
ہے ہر اک حاجت کو تو حاجت روا
ہے تو ہی مرہم ہر اک زخم کا
میرا حامی بیکسی میں ہے تو ہی
دوسرا تجھ بن مرا کوئی نہ اب
میں وہ ہوں کہ دم بدم جرم و خطا
بخش خورشید کرم ہوں محو سب
ظلمت عصیاں مع نور صباحت
کرتا ہے جو جو کہ تو مجھپر کرم
عقل و علم و نور دیں مجھکو دیا
لایا بیت اللہ میں مجھے قیل و قال
ظاہر باطن میں سے ہے تابجا
کھینچ بلوایا مجھے یاں سر بسر
دوست کیجو اب اس آستانے سے
چھوٹ اس در کو کہاں جاؤں بھلا
پھرتا میں تھکانا ہے کہاں
یہ ترا کوچہ ہو اور میرا غبار
ہے تو اب بینوائی میں تری
ہے رضا و نا رضا میں تری مجھ
اب تو آ رکھا ہے تیرے در پہ سر
جلوہ دیدار سے دشمن تو کر

تو ہی سلطان دو عالم سب فقیر
دستگیر بیکساں ہے تیری ذات
ہے پناہ بے پناہاں تیری ذات
آسرا بے آسرا کا ہے تو ہی
ہے انیس وحشت و فرقت تو ہی
رنج و غم میں ہے مرا غمخوار تو
الغرض ہر کام کا ہے تو کفیل
پر کروں کیا آہ تیرے حلم و خیر
گر تری بخشش کا نکلے آفتاب
گر ترا دریائے رحمت جوش کھا
قطرہ ناپاک سے مجکو بفضل
پھر کرم پر کرم مجھپر کیا
گرچہ میں لائق تھا دربار کی
کی نہ میرے جرم و عصیاں پر نظر
کر دیا اپنے مشرف دار سے
گرچہ میں نالائق دربار ہوں
منہ اس در کے گر تا ہوں نہیں
اس سے زیادہ تمنا کچھ نہیں
کچھ نہ دو عالم کی خواہش ہے مجھے
خواری و رسوائی و ذلت مری
تو ہے گر راضی تو ہے عزت مری
سو بھو سر کو مرے ہے سر فراز
گر مرے کا تو نکلو اسر در کا گھر

پر تو ہی تجھسے مجھی در کار ہے
صاحب جود و کرم فضل عمیم
تو ہے دراز و قوی اور سب حقیر
مستغیث عاجزاں ہے تیری ذات
ہے عفو ہر گنہ گاراں تیری ذات
بے سہاروں کا سہارا ہے تو ہی
ہے رفیق شدت غربت تو ہی
تنگی و سختی میں حامی کار تو
ظاہر باطن تو ہی ہے بے بدیل
کرتے ہیں مجکو گناہ ہر دلیر
ہو شب جرم و خطا روز ثواب
مثل خس دی سب گنہ ہو نکو بہا
کر دیا پاک و لطیف و خوب شکل
اپنے گھر سے بھی مشرف کر دیا
پر تری رحمت نے کی غمخوارگی
کر کے اپنے لطف و احساں پر نظر
رکھ دیا محرم ادب بیدار ہے
تیری گلشن ہے ہوں گو خار جو
پر کروں کیا دوسرا بھی در نہیں
آستاں تیرا ہو اور میری جبیں
جو تری مرضی ہے خواہش ہے مجھے
تیری کوچہ کی ہے بس عزت مری
تیری ناراضی ہے بس ذلت مری
گر کیا سجدے لیے اپنے سر فراز
سر بسر سر میں ہوا شوق بھر

چشم کوثر چشمۂ آب زلال
سبز تا ہو گلشن ذوق وصال

پاک کر شے سے مرا کر دماغ
بوئے دلبر سے معطر کر دماغ

محو کر مستی کو اندر بے ملال
جس سے پہنچوں تا بباغ بے زوال

گرمیٔ وحدت سے کر لب بلب
محو ہوں جس سے خیال غیر سب

دو جہانسے کر کے مجکو بے نیاز
دولت بیدار سے اپنے نواز

غفلت ہستی و ظلمت کر کے دور
کر عطا چستی و چالاکی و نور

دور کر کبر و ریا عجب و غرور
بخش عجز و مسکنت اخلاص و نور

بخش گنج فقر و درویشی مجھے
سکر و مستی محو بے ہوشی مجھے

دے شراب نیستی کا مجکو جام
لوح دل سے محو کر ہستی کا نام

دھو مرے دل سے دوئی کا حرف نام
تا تمیز ما و تو اٹھ جا تمام

اے دعا گو ختم کر کے یہ دعا
ہو رجوع اجابت خیر الورا

کر وسیلہ اسکو ہی امداد تو
وصل سے حق کے کر تو دل شاد تو

گر تو طالب ہے وصول اللہ کا
چل پکڑ دامن رسول اللہ کا

جلد ہی امداد اللہ کا وصال
بے وسیلہ اسکے چاہے ہے محال

ختم کر کے یہ مناجات نکو
کر وسیلہ ذات پیغمبر کو تو

حامد محمود ممدوح خدا
احمد مرسل محمد مصطفیٰ

نعت شریف پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

زینت تاج رسالت ہے وہ ذات
رونق تخت نبوت ہے وہ ذات

ہے وہ آئینہ جمال ذو الجلال
محرم خلوت سرائے لایزال

بے وسیلوں کا وسیلہ بھی وہی
بلکہ یاروں کا وسیلہ ہے وہی

مہربان مشفق و رشک میاں
روز محشر شافع خورد و کلاں

عزت شاہی و فخر سروری
شان بخش مسند پیغمبری

مہتری کے ملک کا مہتر ہے تو
بہتری کی بحر کا گوہر ہے تو

ہے امین مخزن افلاک وہ
تاجدار کشور لولاک وہ

روشنی عرش و نور لامکاں
شمع بزم عالم کون و مکاں

رونق گلزار محبوبی ہے وہ
عشق کے بازار کی خوبی ہے وہ

شہسوار عرصۂ چرخ و سما
باز خوش پرواز معراج و علا

راحت روح روان کائنات
زندگانی پرور جان حیات

باعث ایجاد عالم ہو وہی
موجب بنیاد آدم ہے وہی

گر نہ ہوتا پیدا وہ شاہ نکو
یہ نہ ہوتا وہ نہ ہوتا میں نہ تو

ہے وہ سر یہ وجود کائنات
دونو عالم ہیں مقصود اسکی ذات

ہے وہ بیشک میوۂ نخل وجود
اول و آخر وہی اصل وجود

ہے یہ اسکے لئے ای انجمن
واسطے جسکے بنی تونے ہیں جنت

گرچہ ہوا آخر میں وہ شاہ جلیل
پر ہوئی ظاہر اسکے سبقت کی دلیل

گر ہے پیچھے انبیا کے ظاہرا
پر حقیقت میں ہے سب کا پیشوا

گرچہ آخر ہے ثمر اول شجر
کب شجر ہوتا نہ ہوتا گر ثمر

جب ثمر ہے یہ شجر ظاہر ہوا
پس ثمر ہی اول و آخر ہوا

کیا کمال میوہ میں نقصان ہے
وجہ اول سابق بستان ہے

میوہ کو سبقت ہے جیسے بار بر
ہے وہ اول وہ ہی آخر سربسر

بس سمجھ لے اس سے تو ای ذی فنون
رمز نحن الآخرون السابقون

ہے وہی شاہ جہاں سب اسکے خیل
ہے وہی مقصود کل باقی طفیل

پڑھ تو امداد اپنے صلوات و سلام
آل و اصحاب پر اسکی تمام

چار یار اسکے ہیں جان و روح خاص
ساری امت ہے وہ کہتے ہیں سب

در مدح چہار یار کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

ہیں ابوبکر و عمر عثمان علی
دوست پیغمبر کا اور حق کے ولی

چار وہ پیغمبر کے ہیں حق کے وزیر
ملک اسلام انسے ہی رونق پذیر

زیب ایوان نبوت ہیں چار
رونق باغ طریقت ہیں چار

ہیں ملک معرفت کے شہریار
ہیں حقیقت کے چمن کی یہ بہار

قلعۂ دین کی ہیں یہ دیوار چار
ملت حق کی ہیں یہ انہار چار

ہیں طریق حق کے چاروں رہنمون
ہیں ایوان خلافت کے ستون

ہے یہ ملک اسلام کی سرحد چار
جو ہو باہر انسے ہے مردود خوار

بحر وحدت میں ہیں چاروں غوطہ زن
ہے حقیقت ایک ظاہر چار تن

جو کہ دو سمجھے انہیں احول ہے وہ
دو جہاں میں بے شبہ بیکل ہے وہ

جو کوئی انسے ہوا بد اعتقاد
ہے وہ دو عالم میں بیشک نامراد

در مدح اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین

جسمیں اہل بیت و آل رسول
گلشن دین کے ہیں سب مقبول پھول

ہیں ہر اک ان سبکا بیشک دستگیر
منکر ملت جان ایمان وہ ہیں

جسقدر ہو انسے الفت میں کمی
اوسقدر ہے دین و ملت میں کمی

ایک کا بھی انسے جو بدخواہ ہو
راہ حق سے بے شبہ گمراہ ہو

جتنے ہیں اصحاب پیغمبر تمام
ہے ہر اک انجم ہدیٰ والسلام

اک صحابی سے بھی گر ہو سوء ظن
ہے وہ بیشک لائق گردن زدن

بھیج ان سب پہ تو صلوٰۃ و سلام
ہر گھڑی ہر لحظہ ہر دم صبح و شام

در بیان باعث نظم و تصنیف این مثنوی مسمی بہ تحفۃ العشاق و مدح عشق و قدح عقل جزوے

ہوگیا اے دوستو یوں اتفاق
باعث تحریر نظم پر مذاق

رہتا تھا مسجد میں اپنے متصل
مجمع علما و صلحا اہل دل

ایکدن پڑھتا تھا میں نفحات انس
لی ہی تھی حق سے سبحات الانس

جوش پر تھا بحر علم عارفاں
ہو رہے تھے گوہر معنی عیاں

حاضر و بیدل تھے وہاں با شان حق
کہہ رہا تھا گلشن عرفان حق

اولیا کا حال سن سن مست تھے
ماسوا سے محو غرق نور تھے

رفتہ رفتہ حضرت تحفہ کا ذکر
آگیا اس عاشق خستہ کا ذکر

سنکے انکی شان و شوکت جاہ عشق
ہمت مردانہ اندر راہ عشق

بول اٹھا ہر اک بصد ذوق و سرور
ہے یہ قصہ نظم کے لائق ضرور

خاص کر قطب زماں شاہ وفا
آفتاب معرفت بحر صفا

کامل اکمل ولی بے بدل
عاشق ذات خدائے لم یزل

صاحب ارشاد و تلقین و سبق
عاشق صادق شہید راہ حق

برگزیدہ دو جہاں مقبول رب
مشرب چشتی و فاروقی نسب

یعنی شیخ حافظ محمد ضامن آپ
مجکو فرمانے لگے کرکے خطاب

نظم کر اس قصۂ پر درد کو
گرم کر اک بار دل سرد کو

مثنویاں ہیں مجازی عشق میں
پر بہت کم ہیں حقیقی عشق میں

قصۂ تحفہ اگر منظوم ہو
رتبۂ عشاق حق معلوم ہو

ریختہ میں نظم کر اس کو تمام
تاکہ سمجھیں اسکو سارے خاص و عام

جانلے نامحرم کوئی بے قیل و قال
عاشقان حق کا یہ ہوتا ہے حال

دعوی جو کرتے ہیں جھوٹا عشق کا
ہوش میں ہوں سنکے رتبہ عشق کا

تا بس گفتار عشق حق سے گرم
ہو کے بس دل سنگ بھی جوں موم نرم

عاشق صادق ہی سنکر جاہ عشق
چاق اور چوبند ہو اندر راہ عشق

لن ینالوا عشق کی سنکر وہ راہ
چاہتے کو اپنے کر بیٹھے تباہ

عاشقان بیٹھے ہیں سر تھیلی پہ دھر
ہے یہ راہ عشق نہ نانی کا گھر

عشق میں جان اک بلا جانگداز
ہے ازل سے دوست کش دشمن نواز

عشق کا سب سے الگ ہے رنگ ڈھنگ
ہے ازل سے عقل میں اور اسمیں جنگ

عقل چاہے ہے کہ عیش و فراغ
عشق چاہے رنج و غم سینہ پہ داغ

عقل چاہے ہے عزت جاہ و جلال
عشق ذلت خواری و رنج و ملال

عقل چاہے ہے مال ملک و سلطنت
عشق عجز و فقر و فاقہ مسکنت

عقل چاہے عیش و عشرت خرمی
عشق درد و کلفت و رنج و غمی

عقل چاہے ہے کہ ہو شیر و شکر
عشق کہتا ہے کہ کھا خون جگر
عقل کہتی ہے کہ چل گلزار میں
عشق لیجاتا ہے کوئے یار میں

عقل چاہے ہے قبا و پیرہن
عشق کر دیتا ہے ساماں کفن
عقل کہتی ہے کہ کر عیش و طرب
عشق کہتا ہے کہ اُٹھ رنج و تعب

عقل کہتی ہے کہ چل بازار میں
عشق لیجا جنگل و کہسار میں
عقل چاہے ہے دولت شہریاں
عشق چاہے سو بلا و خواریاں

عقل لیجا گلشن و گلزار میں
ڈالتا ہے عشق جلتی نار میں
عقل چاہے ہے حیا و نام و ننگ
عشق کو اس سے ہمیشہ سے ہے جنگ

عقل میں اور عشق میں رہتی ہے لاگ
عشق جب آیا تو جاوے عقل بھاگ
ہو حضرت عشق کا جسدم ظہور
عقل سر سے جائے اور سے سرور

عشق کہلاتا ہے درد و غم کی کان
غیر دلبر کا عدو جان ہے
کیا لکھوں میں عشق کی نیرنگیاں
رنج پر راحت کو کرتا ہے عیاں

نار کو گلزار کر دیتا ہے عشق
دار کو دلدار کر دیتا ہے عشق
خاک میں جسکو ملا دیتا ہے عشق
تخت شاہی پہ بٹھا دیتا ہے عشق

درد میں اسکے دوا ہے سر بسر
مرض میں اسکے شفا ہے سر بسر
مارنا اسکا جلا دیتا ہے جان
توڑنا اسکا ملا دیتا ہے جان

رنج میں اسکے ہے گنج بیکراں
مرگ اسکی ہے حیات جاوداں
عشق کو ہر عکس میں سب کاروبار
نار کو اسکے سمجھ تو سو بہار

اسکی ویرانی کو آبادی سمجھ
خار کو گل غم کو تو شادی سمجھ
کلفت و تکلیف کو راحت تو جان
فقر اور فاقہ کو تو دولت ہی جان

عشق کی ذلت کو تو عزت سمجھ
خواری و زاری کو سو حرمت سمجھ
عشق کی تعریف ہو کس سے بیاں
ہے ستم میں اسکے شفقت نہاں

قہر صورت رحمت پنہاں ہے عشق
اور طبیب درد بیدرماں ہے عشق
اول آخر ظاہر و پنہاں ہے عشق
دونو عالم جسم ہیں اور جان ہے عشق

ہے بیاں عشق تو بس بے بدل
آپ وال ارشاد حافظ پر عمل

اُسکے فرمانے کو میں نے بے غدر
رکھ لیا سر پر سعادت جانکر

رجوع بقصہ

گرچہ مجکو شعر گوئی میں نہ تھا
دخل کچھ پر حکم کو لایا بجا
توڑنا موتی کا ہے آسان تر
ہے کہ حکم بادشاہ بحر و بر

لیکے اونکے گوہر ارشاد کو
تحفۂ دل میں رکھا شاد ہو
وقت فرصت دیکھتا تھا کہ جو
حکم پر اوس شاہ کے تعمیل ہو

پر نہ دیتا تھا مجھے فرصت ملال
تا لکھوں اس نظم کو باشوق حال
لایا اتنے میں زمانہ اور رنگ
ہو گیا کچھ اور ہی عالم کا ڈھنگ

ہو گئے بس حضرت حافظ شہید
شام غم ہمکو ہوا وہ روز عید
فرقت جاناں سے بس ہو کے تنگ
جان جاں بازی پہ فدا کی بیدرنگ

خوش نہ آئی ان جہاں کی رنگ و بو
چلدئے بس جنت الفردوس کو
ہم بچاروں کو تڑپتا چھوڑ کر
سوئے حق راہی ہوئے منہ موڑ کر

وہ تو واں جام شہادت پی گئے
زہر غم کھانیکو یاں ہم جی رہے
وصل سے حق کے ہوئے وہ بہرہ ور
پیتے ہیں حسرت سے ہم خون جگر

ناز و نعمت میں ہیں وہ مشغول واں
خاک و خوں میں لوٹتے ہیں ہم یہاں
جام کوثر سے ہوئے وہ لب بلب
چاٹتے ہیں بس ہم اپنے لب

آپ جاکر کیا جنت میں گھر
کر دیا سرگشتہ ہم کو در بدر
آپ تو راحت کے ساماں لیگئے
نائیہ رنج و الم یاں دے گئے

آپ بر رنج و غم مثل عروس
جا کیا تخت شہادت پر جلوس
لے لیا عیش و طرب ناز و نعم
رکھدیا سر پر ہمارے کوہ غم

عیش و عشرت میں ہوئے مشغول یوں
ایک لحظہ ہمکو بھی پوچھا نہ یوں
عیش میں ہمکو دیا بالکل بھلا
حق الفت اور قرابت سب گیا

دعوی حب و قرابت کر گیا
خواجہ تاشانی کا بھی کچھ نہ کیا
دیکھ ہمسے اگر رہنا تھا یوں
ساتھ اپنے لیگئے ہمکو نہ کیوں

گرچہ ہم لایق نہ تھے درگاہ کے
کفش بردار ہیں ہتے شاہ کے
شاہ کو زیبا ہے کب تمہاری
گو بہت خاطے و مضموں تھو سہی

دربیان محرومی وندامت بحال خود وحسرت مفارقت بزرگان ویاران طریقت واظہار غم جدائی ایشاں

آہ واویلا دریغا حسرتا
سات کا اپنے ہر اک اصل ہوا
صاف تھے جو چلدیے صاف دریا
بلبلوں نے گھر کیا گلشن میں جا
گھر کیا طوطی نے شکرستاں میں
شیر حق کا آہوئے عرفاں شکار
نرگس ریحاں کی جا آہو چرے
مرغ آبی نے کیا دریا میں گھر
مرد باہمت ہوگئے شہ پر شار
گوہر مطلوب ہر اک نے لیا
غم کا اپنے کون ہے غمخوار آہ
ہوگئی وہ محو نعمت اسقدر
آہ واویلا کوئی ہمدم نہیں
بیکسی میں کھلکے چپ بیٹھا ہوں میں
بعد مدت کے آئی المراد
حسب ارشاد وکی لیکر قلم
عشق کی باتیں سناتا ہوں تمہیں
گر نہ عاشق ہو تو سن عاشق کا ذکر
عشق کی بات نہیں ہے وہ ذوفن
ہوش سے بیہوش ہو کر ہوش کر
نامرادی میں ہی باتیں تجھے
وہ پہنچا شہر الفت میں تجھے

مدعا دل کا اسے حاصل ہوا
شش جہت ٹھہ گیا میں زیر خاک
بوم ویرانہ میں ٹکراتا رہا
زاغ نوحہ گر ہی خارستان میں
سگ ہے استخواں کو چو میں خوار
اور شتر یاں خار روبن چر رہے
مرغ خاکی لوٹتا ہے خاک پر
ہم ہیں وہ جن میں نفس کے ہا نہیں خوار
غوطہ خور میں بحر جر رہا نہیں
حال دل جس سے کروں اظہار آہ
خواب میں بھی تو کم آتے ہیں نظر
جو سنے میری مصیبت کے شتر

پہنچا ہر اک منزل مقصود کو
جو کہ نوری تھے گئے افلاک پر
گھر کیا قمری نے شاخ سرو پر
ماہی حق نے تولی دریا کی راہ
جا ملا دریا سے آب بیں بار
دست شہ پر جا ملا شہباز ہے
پر تھے جن کے کوہستان اوڑ گئے
حیف ہے صد حیف یاران طریق
آہ صد افسوس حسرت آہ آہ
جو کہ تھے غمخوار اپنے چلگئے
دور ساغر وصل کے چلتے ہیں وہاں
نے مرا ہمدم نہ کوئی غمگسار

مقدمہ شروع داستان حضرت بی بی تحفہ مغنیہ قدس اللہ سرہا

گمرہی کی رہ پہ لاتا ہوں تمہیں
دور کرکے ماسوا کا اس سے فکر
قرہ دل بندہ ہو بندہ گو رتن
گوش سے بیگوش ہو کر گوش کر
عشق کی معلوم ہو گی باتیں تجھے
غرق کیجیے بحر و صد میں تجھے

راہ اس سے کوئی بہتر نہو
عاشقوں کا ذکر کرتا ہے اثر
ہے وہ سیر عشق کی بو کا باغ
سب طرف سے بند کرکے کھول کان
تجھکو بھی شاید کہ آجاوے عشق
دیکھنے ہی سے نہیں ہوتا ہے عشق

سات والے چلدیے میں رہ گیا
رہ گیا میں ہی پڑا بس دور تر
رہ گیا سایہ جوں میں خاک پر
جھاڑ میں شکی ہے چمگادڑ کوئی
موش سوراخ زمین میں ہے تباہ
رہ گئے خشکی کے اندر سنگ و خار
کھول پر گرگس پڑا مردار پر
مرغ بے پر تھے گرے ہو کے
جا ہو دریار مطلب میں غریق
جا کہوں کس سے مصیبت آہ آہ
زیر پائے گنج ہمکو مل گئے
آتش فرقت میں ہم جلتے ہیں یہاں
غم مرا غمخوار ہے میں غم کا یار
قصہ تحفہ کو اب کہتا ہوں میں
حضرت حافظ کی وصیت ہمکو یاد
قصہ تحفہ کا کردن یار سوم
حق سے ملنے کا سمجھ کو راہ جو
گرچہ پتھر سی ہی دل سخت ہو
خشک مغز ونکا ہو تر جس سے دماغ
جمع کرکے کر مری باتوں پہ دھیان
کھینچ لیجا تجکو بوتا کوئے عشق
سننے سے بھی تخم خود بوتا ہے عشق

ہیں بہت عاشق کہ بے دیکھے جمال / سنکے باتیں عشق سے ہیں گو شمال
بلکہ کامل عشق ہے عشق شنید / ناقص و بے اعتبار ہے عشق دید
کیونکہ عشق ہے خبر دے حصول / عشق صوفی کا ہے دیدہ سے نزول
دید تابع دیکھے ہے نے دل تبع / یومنون بالغیب ہے معقول حق
حسن محبوب ہاں عالم سر بسر / عاشق ناقص نے دیکھا جان عکس ہے
دید تھا اسکو نہ دل ہوتا جو دل / اصل سے جو عکس ہے مائل ہے جو
اس سے زیادہ جو چاہے تفصیل گر / کھول دل کی آنکھ سر کی بند کر
کس نے دیکھا ہے خدا کو آشکار / تا کریں اوصاف حق تجھ پر عیاں
تا کہ اوصاف حق عاشق سخر / خالق و رازق و رب العالمین
راحم و رحمان رحیم و بردبار / غالب و قہار غفار الذنوب
عاشق و معشوق محبوب جہاں / ظاہر اور باطن وہی معبود کل
ہے وہ اول بے بدایت اوسکی ذات / ہے وہ باطن سخت و ظاہر آشکار
ہے ازل سے تا ابد وہ ایک سا / جلوہ گر لاکھوں طرح ہر آن میں
ہے منور باکمال و باجمال / بیچگون بے کیف وشن چار سو
لا و ہو دو نفی اثبات ہیں / لا و ہو کو کر تو ورد دل سدا
تا کہ بخشد لا و ہو قوت ترا / ترک جب لا کو کرے تب تو ملے
کیونکہ وہ ہوتا ہے اندر آب و گل / وصف حق کرتے چلے آئے سبھی
بعد پیغمبر کے آل اصحاب سب / جسمیں تصنیف ہو گئی صد ہا کتاب
سب ہیں تیری عشق بازی کے لیے / عشق کی رہ میں کرے ہو حاصل کمال
ایک صد افسوس حسرت ہے بیا / اور سن سکتا ہے کا کونسی خبر
پھنس گیا دلدل میں غفلت کے تو آہ / پھر نکل دلدل سے اپنی راہ لے
کر تو پیدا تمیں اپنے درد عشق / بعد ازاں سن یہ حکایت دوستا
گوش دے سن سری سقطی کی نقل / جسکے سننے سے سمجھ لے کچھ عقل
نقل ایسی کرتے ہیں حضرت سری / ایک شب کی جو کہنی غمے سری
کہتے ہیں کہ شور ہوا اضطراب / سنے رہا درود وظائف اور خواب

در بیان تمیز عشق حقیقی و عشق مجازی و ذم عشق مجازی

سوچ اس نکتہ کو کر کر دل جمع / یومنون بالغیب ہے مقبول حق
عکس حسن حق ہے بیشک جلوہ گر / اصل کو کر ترک سایہ دیکھ کر
چھوڑ سایہ اصل ہو جاتا وہ دل / گر ہو دلبر گل سے گم کب دل تجھے
آئینہ دل صاف کر اور کر نظر / سر کی آنکھیں دیکھ پردہ ہیں مگر
سنکے وصف سکا کریں ہیں جاں نثار / انبیا اسواسطے آئے یہاں
دل میں ہیں جو اسکی تمنا کے بہتے / یعنی ہے وہ ذات بیشک و یقین
رائگاں بخشند نعمت بے شمار / عالم الاسرار ستار العیوب
طالب و مطلوب غوث جہاں / اول اور آخر وہی وہ جز و کل
ہے وہ آخر بے نہایت اسکی ذات / ہے وہ ظاہر باکمال استتار
ہے ہر اک صورت میں وہ جلوہ نما / ہے وہ اک شان و ہزاروں شان میں
جلوہ گر ہر دم بہر رنگ و مثال / فرد مطلق لا الہ الا ہو
نافی غیر اور مثبت ذات ہیں / کیونکہ ہے اُنسے گروہ غافل سدا
ہے بے پردہ نا پردہ عزت ترا / حق سے باجوش وہ ہوا کب تو ملے
ماسوا کو ترک کر اور حق سے مل / حضرت آدم سے تا آخر نبی
اور امام اور اولیا اقطاب سب / وہ صفات و حال خوبی جناب
وصل حق کی چارہ سازی کے لیے / تا کہ تو یہ دیکھ سکے حال و قال
ہیں یہ چارہ نظر تجھ پر حجاب / لے تو کر سکتا ہے آنکھوں سے نظر
ہو نہیں سکتا کہ پاوے حق کی راہ / مرکب تو بہ عصا راہ لے
تا سبب غفلت کو کردے سر عشق / سیل ہے غفلت کے کر کانوں [illegible]

شروع داستان و بیان حال حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ تعالی

مضطرب ایسا رہے وہ رات بھر
نے رہا وہ شوق نے راز و نیاز
نے رہا ورد و نے وظائف نے درود
گر عبادت سے رہے تب بے نصیب
ہجر کی لذت کو عشاقاں سے پ
اضطرابی اور بیتابی کا لطف
ذوق بیخوابی کا تو چاہے اگر
چاہیے گر کیفیت سوز و گداز
اضطرابی بے قراری کا مزا
لوٹنے کی خاک پر آرام کو
درد سے نامرد کی نکلے ہے جان
جو پڑے آتش میں ہو جلکر فنا
خون ہو فرعونیوں پر آب نیل
زخم گرز و تیغ و تیر آبدار
کیونکہ ہو درد و بلا سے طاقت یار
خار ہیں گل گل میں ہیں پانی رگ و بیں
ہے گلہ میں شکر بصیر ہیں تاب
نیستی میں ہستی پستی میں علو
بیخودی و نیستی غم کی بہار
بے گھری و بے زری و بے پری
نیستی و پستی و مرگ و فنا
پوچھ رونیکا مزا یعقوب سے
سر کے رکھ دینے کا پیچ تیغ کے
جنگلوں میں شوق کریں کھانیکا لطف
زخم کھا کر خاک و خوں میں لوٹ کر

سب عبادت کا ہوا ویران گھر
لذت سجدہ نہ کیفیت نماز
نے تہجد نے تلاوت کی نمود
لیک کیفیت تھی اک دل میں عجیب
وصل کی لذت سے کم جانیں ہیں
کیا کہوں اس شب کی بیخوابی کا لطف
کوئی بیخوابوں میں کر اک شب گذر
خدمت عشاق میں کر تو نیاز
جانتا ہے جسنے دل میں ہے چکھا
عاشق بیتاب جانے عیش تو
مرد کے حق میں حیات جاوداں
ہے سمندر کو ہی عیش و بقا
قوم موسیٰ پر ہوا آب سبیل
ہو شہیدوں کے لئے باغ و بہار
اسلئے عاشق کریں غم اختیار
غم میں شادی اور شفا ہے درد میں
گریہ میں خندہ ثواب اندر عذاب
زندگی مرنیمیں گھٹنے میں نمو
دیکھتے ہیں عاشقاں جاں نثار
بیخودی و بیخبری و بے بری
ذلت رسوائی و رنج و عنا
کلفت و زحمت کا حظ ایوب سے
پوچھ اسمعیل سے کیا لطف ہے
اور پہاڑ و بیچ ٹکرانیکا لطف
جان دیں بے خطر با ذوق تر

قبض ایسی لیکے آگئی
فوج بیتابی نے کرکے زور تام
تھی نہ بیہوشی نہ غفلت نہ نہاں
ظاہرا چھوٹا اگر ورد و نماز
عاشقان حق وصال اور ہجر میں
لطف بیخوابی کا بیخوابوں سے پوچھ
لطف بیتابی کا ہے مطلوب گر
کرتا ہے روشن و چشم طالباں
لذت درد و قلق رنج و بلا
چکھے کیا بید لذت درد کی
زہر مار اور گزند کو ہے گرچہ ممات
سوزش خوش شاخ ترکو دے ثمر
نار ہو گلزار ابراہیم پر
درد و غم ہو زندگی عاشقاں
جانتے ہیں عاشقاں بیقرار
رنج میں راحت فقیری میں غنا
رحمت ہے زحمت میں ظلمت میں نور
موت میں جینا بقا اندر فنا
خاکساری بخت و عادت ہے سزا
آہ سرد و رنگ زرد و چشم تر
لذت و کیفیت ان سبکی ذرا
سر کے کٹنے کا مزا یحییٰ سے پوچھ
آہ و زاریکا مزا آدم سے پوچھ
فرش سے تا عرش پھرنیکا مزا
پوچھ ان سبکا شہیدوں سے ذرا

مہر عرفاں پر گھٹا تھی چھا گئی
لوٹ لی پونجی عبادت کی تمام
لیک تھا بے صبر بیتاب و بیقرار
تھا مگر دل میں عجب سوز و گداز
ایک سا لذت مزا دونوں میں ہیں
حظ بیتابی کا بیتابوں سے پوچھ
عاشق بیتاب کے رکھ پا میں سر
سرمہ گرد قدوم عاشقاں
وہ ہی جانے جو ہے اسمیں مبتلا
درد و رنج و غم غذا ہے مرد کی
سانپ کے حق میں ہے زہر آب حیات
خشک کو دے آگ میں کر خاک تر
لیک ہو نمرود پر قہر و شرر
مرتے ہیں اس زندگی سے فاسقاں
رنج میں گنج اور خزاں میں نوبہار
مسکنت میں سلطنت ہے بے بہا
ذلت و خواری میں عزت ہے ضرور
عاشق جاں باز کو ہے بے عنا
عاشقوں نے ہے جہاں سب کا مزا
بیقراری انتظاری درد سر
عاشقاں باوفا سے پوچھ جا
لطف تن چیرنیکا زکریا سے پوچھ
درد زہ کا لطف کو مریم سے پوچھ
پوچھ عیسیٰ موسیٰ اور احمد سے جا
لذت و کیفیت و ذوق و مزا

ہو گیے بیجان جان فدا کر دینکا لطف — پوچھہ جانباز و فسردہ مرنیکا لطف
روشنی سے شمع کی جلنے کو پوچھہ — شمع سے جا موم کے گلنے کو پوچھہ
ابر کے رونے کو خور کے سوز کو — باغ و اثمار جہانسے پوچھہ تو
گرمی دل اور چشم تر ہووے اگر — باغ جاں کسطرح ہو سیراب تر
عشق کی باتوں نے مجکو اے عزیز — کر دیا اب ایسا بی عقل و تمیز
عشق ذاتی سے کیا مجہپر اثر — نقل سے انکی ہوا میں بیخبر
عشق کی باتو نکا سنکر شور و غل — خواب غفلت سے گئی پھر آنکھ کھل
ہندوے شب کا جو گذرا سے جور — ترک خور اسکا ہوا قائم بزور
اوٹھہ وضو کر کے بصد عجز و نیاز — کی ادا جوں ان فجر کی میں نماز
چل کہیں موقوف ہو تا یہ ملال — گھر سے نکلا دلمیں کر کے یہ خیال
آخرش گھر سے نکل پھرنے لگا — در بدر صحرا بصحرا جا بجا
گذرا تا بازار میں ہو غم بسر — اور دل مضطر تہا جوں کوزہ میں زر
جو گیا صحرا میں تسکیں کیلیے — اور اوٹھے ویسے بگولے آگ کے
گر تسلی کو گیا اندر پہاڑ — اور غم کا آپڑا سر پر پہاڑ
جس جگہ جاتا تہا مثل آفتاب — تہا ترقی پر جلن اور اضطراب
غنچۂ دل کب کہلے عاشق کا یار — بے ہوائے وصل یار گلعذار
ہیٹے کب ہے گل کے بلبل کو قرار — باغ میں ہووے اگرچہ سو بہار
دیدۂ حیراں نہو کیوں اشکبار — بے نظارہ نرگس بیمار یار
ہو خفقاں میں دل کو دیتے ورق کب — تا نہو دلبر سے اپنی لب بلب
جو کوئی ہو عشق کا بیمار یار — کب علاج اسکا ہو جز دیدار یار
مرض مہلک نے جو گھیرا جانکو — دلمیں آیا چل بیمارستان کو
دیکھکر ہمدرد ہم مرضوں کا حال — ہو دل غمگین مرا شاید بحال
جنس اپنی جنس سے ہو فیضیاب — غیر جنسیت سے ہو اندر عذاب
آدمی ہمجنس ہیں صورتیں ایک — مختلف اوصاف کہتے ہیں ولیک
ہو گیے اوصاف جو سب رنگ برنگ — اسلیے ہی تو دن آپسمیں جنگ

پوچھے ہر تخم سے بسنا نیں جا — خاک میں ملنے سے کیا تمکو ملا
سیم و زر کو جا کہیں لینے کو پوچھہ — کیمیا سے مس کے جا جلنے کو پوچھہ
گریۂ ابر اور سوز آفتاب — باغ عالم اس سے ہے آب و تاب
عشق سے دل گرم کر اور دیدہ تر — گلشن جاناں ترا ہو تازہ تر
حضرت سے ہر بکو ایسی حالت میں چھوڑ — عشق مجکو لیگیا کسطرف موڑ
ذکر اونکا بہولا انکو دیکھکر — جسطرح ہو آہو عشق شیر نر
یاد آئی ہے مجھے اب انکی بات — یعنی فرماتی ہیں یوں قصہ نیکذات
الغرض کی رات اسصورت بسر — ہو گئی جب صبح ظاہر سر بسر
صبح کا روشن ہوا جسدم چراغ — نکلا جل بل گھر سے لیسینہ پر داغ
چل کہیں ایسی جگہ تا ہوئے کم — اضطرابی اور بیتابی و غم
ماہ کی جوں کو بکو گھر بگھر — شہر و جنگل میں کیا میں نے گذر
گر گیا گلشن میں جوں گلکی کلی — تہی زیادہ اور دل کو بیکلی
سیر دریا کی کہ کم ہو اضطراب — جوش پر تہا اور بحر سوز و تاب
اور مزار اہل دل پر بہی گیا — پر ہوا ہرگز نہ عقدہ دل کا وا
آتش درد فراق بیدلاں — کب بجھی بی آب وصل دلبراں
کب ہو کم ظلمت زدہ کا اضطراب — جبتلک دیکھے نروئے آفتاب
ہوئے کب قمری کا کوتہ غم دراز — گلشن و گلزار سے بے سرو ناز
جائے کب عاشق کی دلکا پیچ و تاب — ہو نہ گر زلف صنم کا سایہ یاب
ٹوٹنا موقوف عاشق کا نہو — تا نہ وہ ہمبستر جاناں نہ ہو
الغرض تدبیر کی ہیں سو ہزار — پر نہ آیا دلکو میرے کچہ قرار
کیونکہ ہو نہیں ہی جب بیمار دل — دیکھہ ہمدردوں کو نکلے کار دل
نقل ہے کہتا ہے خو آپس میں لے — جبکہ دو دیوانے بیٹھیں تا مل
ہے مراد ہمجنس سے ہم صفت یار — جنس ظاہر کا نہیں کچہ اعتبار
جنس ظاہر کا جو ہوتا اعتبار — فرق کیوں ہوتے بہتر آشکار
گر کریں اوصاف کو سب اپنے صاف — پہر ہے کا ہیکو ایسا اختلاف

آخرش وہ لیتی اپنے شان کے
جا کے اوس غرفے میں دیکھی کہا
تاکہ دیکھوں اپنے ہمدردوں کو ٹک
دیکھکر بیلے تو بس تعظیم کی
دیکھکر احوال اہل ابتلا
کوئی کوٹلے ور کراہتا ہے کوئی
کوئی تڑپے ہے کوئی ہے خواہیں
ہو رہا ہے بس نمط نالاں کوئی
کوئی بیکل وار و تیغ فراق
سینکتا ہے درد پہلو کو کوئی
ہو تپ لرزہ سے کوئی بیقرار
ہو کے مرض لادوا سے اماں
دیکھا حال نیک ظاہر میں خراب

رجوع بقصہ و کیفیت بیمارخانہ مقولہ سری سقطی رحمۃ اللہ

با ادب اٹھکر مجھے تسلیم کی
غنچۂ دل میرا کچھ بارے کھلا
صبر کو اپنے بناتا ہے کوئی
کوئی حیراں گنجی پیچ و تاب میں
مثل بسمل خاک میں غلطاں کوئی
زندگی سے کرتا ہے گروہ اماق
نالش دل لیکے آہونکی ردی
پی رہا ہے شربت اور ونزار
جاں بلب کوئی ہے کوئی نیم جاں
ہو گیا موقوف میرا اضطراب

بعد ازاں اوسنے دیا جو رکو کھول
دیکھا مڑ کر کہ ہے اور نزار
کوئی روتا ہے کوئی کرتا ہے گریہ
ہے کوئی گل کی طرح سے چاک چاک
کوئی رکھتا ہے لب صد آہ و زار
شک سے وہ ہوتا ہے کوئی ریش دل
اور دشمن کوئی بیتابی کا لب
کوئی بیہوشی سے تسلیم کی ہوتا ہے
زندگی سے نا امید ہو کر بیہوش
غنچۂ دل کھل گیا دیکھ ایکبار

در پہ جا نکلا بیمارستان کے
کھول در بیمار خانہ کا ذرا
ہو تسلی دیکھ بیماروں کو ٹک
کھلگیا گویا در دل بد علول
کوئی نالاں ہے کوئی ہے اشکبار
کوئی کہتا ہے کہ ہو یا حق تبار
مثل قمری ہے کیسے سرو خاک
زخم دل پر مرہم تصویر یار
کوئی بیتابی سے ہائے لب پہ ل
کرتا ہے بھرے بے صبری کی سپ
کوئی یہ کہتا ہے بیتابی کی آہ
کوئی مثل موت کا کرتا ہے شوق
گلشن بیمار خانہ کی بہار

ملاقات شدن سری سقطی از حضرت بی بی تحفہ و بیان حالت غلبۂ عشق او قدس سرہا

تھا اسی میں جو گئی اکسو نظر
چہرہ اسکا ہے گویا شمع حرم
چشم اسکی چشمہ ہے فتنہ کا باز
بیٹھی ہے اکطرف کو جوں تصویر مست
قید میں بھی تھی اوسپر تب و تاب
دیکھ اوسکے شعلہ رخ کی آب و تاب
دیکھے الفت بھری صورت مہیب
اور بند ہیں ہاتھ زنجیروں سے یوں
دست دل تعمیر خو شتر زباں
مثل ثم الہ اشک بہانے لگے

دیکھتا کیا ہوں کہ اک شک قمر
قامت اوسکا گلبن باغ ارم
خال اوسکا تخم شوق پاکباز
دیکھ اسکو ہو گئے غم سے پست
کوہ کے اندر ہو جیسے لعل ناب
کہتا تھا تار نظر سو پیچ و تاب
ڈرتے ڈرتے میں گیا اوسکے قریب
شاخ طوبی ہو لپٹا سانپ جیوں
عاشقانہ تھی غزل سمجھے عیاں
زرد گل کو لالہ دکھلانے لگی

تازہ و پاکیزہ وہ صاحب تمیز
زلف اوسکی ام راہ سالکاں
بیٹھنا اوسکا وہ صاحب حسن و قار
دیکھکر اسکے حسن کی جسکی بہار
تھی وہ آنکھیں اسکی پر نشہ خمار
خوبے خوش اوسکی مری اندر دماغ
دیکھا جو نزدیک جا کر میں بشوق
ورد وہ مضطرب ہوکے کرے
مجکو جو دیکھا تو اسنے گریہ کی
سعی اور دکرکے بہر کرہ ہو

بالیقین خوب زیبا اک کنیز
مثل لب اوسکا ہے جان تشنگاں
جو مجکو دیتا ہے کیسا بے قرار
نرگس آئینہ بھی حیران و زار
ذوق مستی سے ہو گئے تھے اندر دماغ
پہنچی وہ دل ہو گیا بس عرض باغ
مثل قمری کے گئیں اوسکے طوق
مثل حلقہ پاؤں میں پڑ گئے
دی لگی آنکھوں سے اشکوں کی جھڑی
چند شعر اوسنے پڑھے بہ سوز دو

اُسکے عشق اور ذوق مستی کا اثر
پڑ رہا تھا دلبر کے در جوں بے خبر

ہر کسی فرزانہ کی دیوانہ یہ
بے شبہ ہے عاشق جانانہ یہ

کیا خطا اس بیخطا کی کی کہو
قید میں ڈالا ہی یوسف کو جو

کوئی بیماری نہیں ظاہر اسے
ہے بھلی چنگی کہو یہ کیوں بند ہے

ہوگیا اسکو جنون تقدیر سے
اسلئے ہے بند یہ زنجیر سے

جملہ رندان چونکہ در زندان شوند
متقی و زاہد و حق خواں شوند

قید آب و گل میں آدم کو کیا
جوہر انسان جب ظاہر ہوا

بند ہو قطرہ صدف میں چندگاہ
تب وہ موتی ہوئی با خوبی و جاہ

تخم کو ڈالیں زمیں کی قید میں
تاکہ اس سے پھول پھل حاصل کریں

حرص جو قید قناعت میں ہو بند
ہو غنا قلبی ہی اے ارجمند

بخل کو اندر سخاوت کے چھپا
تا حبیب اللہ ہو تو برملا

بند یاد مرگ میں کر طول امل
تا رہے اکدم نہ تو بے نیک عمل

کر تو شمع میں تکبر کو تو بند
تا کرے حق مرتبہ تیرا بلند

عشق حق میں بند کر تو حب غیر
تا ہو باغ وصل حق کی تجکو سیر

کر خودی کو تو خدا میں محو نیک
تاکہ معلوم ہو نہیں جز ذات ایک

تا کہ ہوں کھلی راہیں قید کھول
گوہر مطلب و مقصد حصول

بند کر کے تا کریں اسکا علاج
تا صحت پر ہووے قائم اسکا مزاج

جو داروغہ سے لونڈی نے سنا
رو پڑی اک بار اور سر کو دھنا

اے مسلمانو نہیں مجنوں میں
اپنے دلبر کے سوا کی مشغول میں

سنکے اس ظاہری بیہودہ قال
ہو گئی غصہ دکھیا دلکا حال

تابش گرمی لیے اسکی میں
جانا یہ اتنی جو ہے بے صبر و چین

پوچھا داروغہ سے میں اسکے گھر کے جا
کیوں کیا ہے قید میں یہ دلربا

کیوں کیا زنجیر و طوق اس شاہ کو
ابر میں کیسے چھپایا ماہ کو

بولا داروغہ یہ سن کر اے عزیز
تھی یہ اک معلی کی شایستہ کنیز

اسکے مالک نے کیا بند اسلئے
تا کہ شاید عقل و ہوش آجائے

طفل نادانکو کریں مکتب میں بند
عالم و دانا ہو تا اور ہوشمند

نطفہ زندان رحم میں جب ہو بند
شکل انساں تب ہو خوب و دلپسند

کانیں جب قید ہوویں زر و سیم
پاویں جب قیمت گراں و قدر عظیم

نفس سگ زنجیر تقوی میں ہو قید
آہوے عرفاں کا جب کرتا ہے صید

طمع کو محو توکل کر شتاب
تا کہ جب اسم کا پاوے خطاب

بولنے کو بند چپ رہنے میں کر
ہمکلام حق سے ہو تو تا اے لبیب

حلم میں غصہ کے چھپا تو عجب کو
ظاہر و باطن ترا تا ایک ہو

کبریا کو محو تو اخلاص میں
تا ہو حق کے بندگان خلص میں

کر صفات حق میں گم اپنی صفات
ماسوا سے تاکہ تو پاوے نجات

اسلئے درویش و فقرا ہوشمند
چلہ و خلوت میں ہیں آپ بند

اسکے مالک نے بھی اس سے قید میں
اس کنیز کو کیا ہے قید میں

ہووے شاید عقل و ہوش اسکا بجا
تا نفع ہے اسے وہ بڑا تھا

دردناک اک کھینچکر کے دو لے آہ
بولی میں سن اے عزیز و بیگناہ

سمجھو تم موسیٰ کا چرواہا مجھے
جسکے دے بے خبر ہو سمجھے ہے

یونہی مجکو بھی دیوانی جانکر
کر دیا قید اور نہ لی دل کی خبر

تمثیلا بیان چرواہا موسیٰ علیہ السلام

نقل ہے جاتے تھے موسیٰ طور پر
ایک چرواہا آ پڑا رہ میں نظر

کر رہا تھا یوں بصد زاری آہ
اے رحیم و اے کریم اے الہ

ہے کہاں تو جلوہ گر بتلا مجھے
تیری دوری نے دیا تڑپا مجھے

ہے بتا کیسی تو اے جان جہاں
تا کروں قرباں تری خدمت میں جان

راتدن میں تیری خدمت میں ہوں
ایکدم غمگیں تجھے ہونے نہ دوں

خوب مل ملکے نہلا دوں تجھے
دابوں چمپی کروں پہناؤں تجھے

تیل ڈالوں سر میں اور کنگھی کروں
جیلبیں تیرے لئے اچھی بنوں

ڈھونڈ کر کپڑے تیرے دھو دوں
اور کھلاؤں طرح طرح کی نعمتیں

ہو اگر بیمار تو اے کردگار ۔ جان و دل سے ہوں ترا میں غمگسار
ہو جو تجھکو تکلیف اور زحمت تجھے ۔ کر کے خدمت خود دوں راحت تجھے
پاؤں دابوں اور چوموں ہاتھ کو ۔ اور کروں صاف تیرا بستر رات کو
اے مرے جان من مری تجھ پر فدا ۔ اور سب اولاد گھر بار ہے مرا
ہے کہاں تو تا تری خدمت کروں ۔ سیئوں گدڑی تیری اور بخیہ کروں
دیکھ پاؤں میں ترے گھر کو اگر ۔ دودھ گھی لاؤں ترے شام و سحر
روغنی روٹی پکا کر اور کھیر ۔ اور بہت لسی دہی مسکہ پنیر
لاؤں میں تیار کر آگے ترے ۔ روز ہو کھانا ترا گھر سے مرے
اور کا ہرگز نہ کھانے دوں طعام ۔ اپنے ہی گھر سے کھلاؤں میں مدام
رنج و غم ہرگز تجھے ہونے نہ دوں ۔ تیری راحت کیلئے محنت بھروں
تیری خدمت سے نہ ہو فرصت مجھے ۔ میری خدمت سے ہو نت راحت تجھے
اے خدا تجھ پر ہو قربان سر و جاں ۔ اور مری سب بکریاں اور خانماں
اسطرح بیہودہ کہتا تھا شباں ۔ پوچھا چرواہے سے موسیٰ نے کہ ہاں
کسکو کہتا ہے یہ تو مجھکو بتا ۔ بولا وہ جسنے مجھے پیدا کیا
او کسے جسنے زمین و آسماں ۔ عرش و کرسی دوزخ و جنت عیاں
اور کیے جن و بشر اور دو جہاں ۔ ہے وہی اے عز حق میری بجاں
بولے موسیٰ ہائے تو نے کیا کیا ۔ ہو گیا کافر مسلماں کب ہوا
ہے کیا بیہودہ ہذیان کفر و جہل ۔ بند کر منہ کو سمجھ اسکو سہل
اس سے تر کہنے ہی اے بیہودہ گو ۔ ہو گئی عالم میں ظلمت چار سو
کفر سے تیرے ہوا عالم سیاہ ۔ کفر نے تیرے کیا دین کو تباہ
کھانا پینا پہرنا تیرا ہے کام ۔ اور یہ کب رب رشید کو زیبا ہے کام
گر نہ روکا اس سخن سے حلق کو ۔ آگ آکر پھونک دیگی خلق کو
گر کبھی تو جرم کرتے ہیں سبھی ۔ آگ آتی ہے نہ جلتا ہے کوئی
گر نہ آئی آگ کیسا ہے دھواں ۔ ہو گیا کیوں دل سیاہ مردوداں
جو تو جانے ہے کہ حاکم ہے خدا ۔ پھر یہ گستاخی ہے کب تجکو روا
دوستی بے عقل کی ہے دشمنی ۔ ہے خدا پاک ایسی خدمت سے غنی
کس سے یہ کہتا ہے کیا خالو سے تو ۔ پاک ہے باپ سے یا عم سے تو
جسم و تن حاجات بشری تو قرار ۔ دیتا ہے اندر صفات کردگار
کھانا وہ کھائے جو رکھتا ہو شکم ۔ کپڑا وہ پہنے کہ ہو جسکے جسم
وہ پئے شیر ہو جسے نشو و نما ۔ چپلیں پہنے جو ہو محتاج پا
وہ منزہ ذات حق دانا ہے راز ۔ پاک ہے ہر چیز سے وہ بے نیاز
بلکہ جو بندہ فنا فی الذات ہو ۔ صفت اسکی صفت حق میں بات ہو
اسکے حق میں بھی نہیں کہنی روا ۔ اس طرح کی گفتگوئے ناسزا
نے کہ در حق جناب کبریا ۔ بے مثل بیچون و چرا
اولیا کو کہتا بے ادبی کی بات ۔ دلکو کرتی ہے سیاہ اور جانکو مات
گر کہے اک مرد کو تو فاطمہ ۔ گرچہ ہیں اک جنس مرد و زن ہمہ
وہ کریگا قصد تیرے قتل کا ۔ گرچہ ہو خوشخو حلیم و پارسا
فاطمہ ہے عورتوں کے حق میں مدح ۔ مرد کو بولے تو وہ ہے رنج و قدح
ہاتھ و پا ہیں جسکو آسائش علام ۔ اور خدا کے حق میں نالایق تمام
لم یلد لم یولد اسکی ہے سزا ۔ ہے وہ خالق والد و مولود کا
ہے وہ پیدائش کہ آیا جسم جو ۔ جو ہوا پیدا ہے اس عالم میں وہ
کیونکہ جو اس عالم فانی ہے ۔ خلق ہے اور خالق اسکو جانتے
بولا چرواہا کہ تمنے یا نبی ۔ سی دیا منہ میرا لب پر مہر کی
اور پشیمانی کی آتش سے جلا ۔ جان و دل پھر دیا تمنے جلا
کہکے یہ اور پھر کے دل سے ایک آہ ۔ پھاڑ کر کپڑے لیا جنگل کا راہ
بیخود و سرمست با آہ و فغاں ۔ نالہ و زاری سے ہو اکتا رواں

عتاب الٰہی موسیٰ علیہ السلام بر مقدمہ چرواہا

آئی موسیٰ کی طرف وحی خدا ۔ میرے بندے کو کیا مجھ سے جدا
بہر ملنے کیلئے آیا تھا تو ۔ یا جدائی ڈالنے آیا تھا تو

ہو گئی جبتک نہ نام فراق / رکھتا ہوں مکروہ میں لفظ طلاق
ہر کسی میں سیرت اک رکھی ہے میں / ہر کسی کو اصطلاح بخشی ہے میں

ہندیوں کی اصطلاح ہند مدح / سندیوں کی اصطلاح سند مدح
معنی وہ ہوں او رہو بات ایک / ہو تیرے حق میں ہی ذرا سکو نیک

حق میں اوسکے مدح تیرے حق میں ذم / حق میں اسکی مدح تیرے حق میں سم
حق میں اوسکی نور تیرے حق میں نار / حق میں اوسکے پھول تیرے حق میں خار

حق میں اسکے نیک تیرے حق میں بد / حق میں اسکے خوب تیرے حق میں رد
بس بری ہی پاک ناپاکی سے ہم / اور گرانجانی و چالاکی سے ہم

نے کیا میں حکم تا لوں فائدا / بلکہ سو بخشش کروں بندونپہ تا
انکی کب تسبیح سے کچھ ہوں میں پاک / بلکہ وہ خود آپ ہو جاتے ہیں پاک

میں کبھی کھولوں نہ بندے قال کو / دیکھتا ہوں دل اور اسکی حال کو
دیکھتا ہوں نگاہیں سوز و گداز / لفظ بیجا سے یاں ہو مگر چہ باز

نیو باں دل حقیقت یا مجاز / چاہتا ہوں سب سے میں سوز و گداز
دلمیں اپنے عشق کی آتش لگا / سر بسر فکر و عبارت کو جلا

موسیا آداب والے اور ہیں / اور سوز و تاب والے اور ہیں
سوز و غم مرے حق میں عشاق راج / کان ویران پر نہیں عشر و خراج

گر گناہ اونسے ہو مت عاصی کہو / جو ہو اپر خون شہید اوسکو نہ دھو
ہے وہ خون بہتر ہے آب سے فضل شہید / سو ثوابوں سے ہی بہتر یہ گنہ

گم ہو ہر سمت قبلہ جب کعبہ میں ہو / یار بہ نہ غم ہے کیا غواص کو
رہبری مت ڈھونڈ سرمستوں سے تو / جامہ چاکوں کو نہ کر دا کو رفو

ملت عشق از ہمہ دینہا جدا / عاشقاں را مذہب و ملت خدا

عذر نمودن موسیٰ علیہ السلام بخدمت شبان یعنی چرواہہ

یہ عتاب حق جو موسیٰ نے سنا / پیچھے چرواہے کے دوڑے برملا
اسکے پاؤں کے نشانوں پر چلے / تا وہ سرگشتہ کہیں شاید ملے

رفتہ رفتہ آخر وہ مل گیا / مژدہ دیکر اُس سے موسیٰ نے کہا
ہو گیا ہے تجھ کو اب حکم خدا / کھول تو اپنی زبان کو برملا

اب نہ ترتیب و ادب پر کچھ نظر / جو ترا دل سوختہ چاہے وہ کہہ
کفر تیرا دین ہے اور دین نور جان / تیری گت ہے ہی عالم میں امان

اے معاف یفعل اللہ ما یشار / بے محابا تو زباں کو کھول جا
بولا اے موسیٰ نہیں میں وہ رہا / ہو گیا کچھ اور حال عالی مرا

مارا کوڑا تو نے گھوڑے مرے / اڑ گیا وہ عرش سے اوپر پرے
ہاں گیا میں گو نگو کی بات کو / آفریں تجھکو ہو تیرے ہات کو

کیا کہوں کچھ کہہ نہیں سکتا ہوں اب / شہد وحدت نے کئے ہیں بند لب
حال کو میرے گمان سے ہے بہچی کلام / اس سے جب ہار ہی ہنر والسلام

رجوع بقصہ مقولہ حضرت بی بی تحفہ مغنیہ و بیان شور و غلبہ عشق حضرت تحفہ قدس سرہا

گرچہ بھید اپنا نہ کھولتا ہے عشق / لیک کر غماز ہو نہ دے یہ عشق
ہو گئی کب بند عاشق کی زبان / گرچہ بھید اسکا نہاں از مردماں
جب کہ سمجھیں انبیا کم راز عشق / گر سطح ہو نام بہر راز عشق
بے کئے معلوم ہے ہر دلکا بھید / کر دیا مجنوں سمجھ کے مجکو قید
ہوش دیوانی نے میری عقل لی ہے / لیک مجھمیں نہیں مستانہ کی ست
زہر پی عشق کے گمراہ ہوں / سب سے غافل اس سے آگاہ ہوں
عشق سے آسیب ہو نہیں مست خراب / مست ہے ہستی جسکی یہ شراب
بیگیا ہے وہ ہی میرا عقل و ہوش / وہ ہی بتاتا ہے اب مجھ سے خروش
ہو گئی نادانی ہیں دیوانی آہ / شمع ہے رد یار کی پروانی آہ

مست ہے دل ہشیار ہے
جان سو وہ مگر تن خوار ہے

ہر گنہ بس کہ میں کہتی ہوں جاہ
غیر خوبی کیا ہے یوسف کا گناہ

عشق نے اسکے کیا جو جان میں گھر
تن بدن سے ہوگئی ہوں بے خبر

آتا ہے جب لف دلبر کا خیال
لوٹتی ہوں اسلئے میں سر کے بل

چہرۂ گلگوں کا اسکے کر خیال
ہیں طمانچے سے کروں منہ کو لال

یاد کر وہ خال روئے گلعذار
داغ ویسے ہوتی ہوں باغ و بہار

نوک مژگاں کا خیال آوے ہے جب
سینہ چھن چھنکر مرا چھلنی ہو سب

یاد آویں جب دندان یار
گوہر اشک اسپہ کرتی ہوں نثار

یاد کرکے قد و قامت یار کا
کرتی ہوں شور قیامت کو بپا

دور شاغر یاد کرکے یار کا
زہر کیسی گھونٹ بھرتی ہوں آہ

یاد آوے جب سراپا صنم
جلتی ہوں جسم سے سر تا قدم

گرد رندان لب خندا انکو یاد
گاہ روتی ہوں کبھی ہنستی ہوں شاد

کوئی کہتا ہے اسے آسیب ہے
کوئی کہتا ہے جنوں کا ریب ہے

حال سے میرے نہیں واقف کوئی
ہو نہیں اندر آگ کے جیسے روئی

دو سکو سب انکو بنادیں سر بسر
عقل و ہوش اسکا اڑادیں سر بسر

جس سے میں کہتی ہوں اپنا درد و غم
سنکے ہنس دیتا ہے مجھکو یکقلم

ہر کسے از ظن خود شد یار من
وز درون من نجست اسرار من

جسم یہ میں ہے تو میرا فائدہ
ہے حقیقت میں وہی بس مقصد

درد کا میرے نہیں کسی نے علاج
کرتی ہیں جس اور بگڑے مزاج

جو کوئی ہو عشق میں بیمار یار
کب علاج اسکا ہو جز دیدار یار

ہو یہ کس حکمت میں وہ مال بجا
دیں ٹھنڈائی کیجگہ دارو کا حار

ہو کوئی آتش بجھانا کیا کہیں
ڈالے پانی کیجگہ جلتے پہ تیل

جانتی ہیں دشمنی عشق ہوا ہے دوا
درد ہے میری زندگی ہمیں مرض و

مائیہ راحت ہے مجکو اسکا غم
مونس وحشت ہے مجکو اسکا غم

عشق جاں محرم ہے میری جانکا
زخم غم مرہم ہے میری جانکا

ہوگیا البتہ یہ مجھ سے گناہ
جانکی خاطر کیا تن کو تباہ

گر گناہ ہے تو یہ مجھپر گناہ
اپنے اس محبوب کی کہتی ہوں جاہ

تم مرد کا او کی جب آتا ہے دھیان
اندر اندر جلتی ہوں مانند سان

جبکہ یاد آتی ہے پیشانی یار
پھوڑتی ہوں سر کو دیوار دمار

خنجر ابرو کو اس کے یاد کر
کرتی ہوں قربان اپنا سپر

چشم میگوں اسکی جب یاد آگئیں
جھٹ ہی آنکھیں ہیں تیر آگئیں

یار کے شیریں دہن کو یاد کر
خون جگر کو ہیں جگر کو زخم پر

ہو لب شیریں کا اسکے جو بیان
تشنگی سے چاٹتی ہوں اپنے لب

ذکر کے دلبری کی چال ڈھال
خاک میں ہوتی کیا پامال

گر بیاں ہو پیرہن کا اسکے بیان
کرتی ہوں دامان گریباں چاک

یار کی ہمبستری کو یاد کر
لوٹتی ہوں جیسے بسمل خاک پر

جانتی ہے خلق دیوانی مجھے
عقل سے یک لخت بیگانی مجھے

حال اس میں بھی وانند کسے
ہستم اندر آتش غم جوں خسے

ہے مری ایسی مثال اے مرد نیک
ناک والا ہو کٹی نکٹوں میں ایک

گرچہ اپنی کام میں عاقل ہوں میں
خلق کے نزدیک جاہل ہوں میں

نے مرا غمخوار نے مونس کوئی
کوئی دیوانی کہے ہے کوئی

اپنی اپنی بوجھ سب کہتے رہیں
کہتے ہیں سب واقف اسرار ہیں

ادھ جس جانے کہ ہے اسمیں فساد
ہو مرے حق میں ہی انصاف و داد

بند کرنا کب ہے وحشت کا علاج
وحشیوں کا ہو فقط صحرا علاج

ہے علاج ایسا کہیں پر فلک
جائے مرہم زخم پر چھڑکیں نمک

تشنگی بجھنے کا کیا یہی ہے راہ
جائے شربت ہو دی پیاسے کو آہ

ہمدوت یہ کہیں تمنے سنی
دوستی کی جا کرے جو دشمنی

درد جاناں کس طرح چھوڑوں بھلا
زندگی ہے کیسے منہ موڑوں بھلا

درد کی تیر دوا ہے اوسکا درد
اور تپ ہجر انکی دوا سرد آہ سرد

عشق کی آتش ہے ٹھنڈک جانکی
دائمی خندش ہے ٹھنڈک جانکی

دہن مراد صفت متکلمی و اشارت الہی ست ۔ مراد صفت محبوبیت و سر او اد ستش ۔ مراد دلبر معشوق عاشق را ۔ مراد جامع جمیع احکام

پہ ہے درد عشق ہے جو جام دل / ہے تڑپنا تو سنا آرام دل
گرچہ آنکھوں میں ہے زخم انتظار / دھوتی ہوں انکو ہے اسکو بار بار

ہیں نہیں مجنوں میں بس ہوشیار / آتا ہے طعنہ جنوں سے مجکو عار
پیش اہل عقل فرزانہ ہوں میں / جا ملو تم آگے دیوانہ ہوں میں

ہیں سخن میری عقل و فہم عام / اور جنوں ہے اے اک دانا غلام
مانند ہم در قید زنجیر جنوں / بہ کہ با شمع اہل عقل و ذو فنوں

شیخ نے جو نکتہ تحفہ سے / عشق کو دلمیں فر تحفہ جسنے
دردی سن گفتگو عشق کر گئے / جان و دل اندوہ و غم سے بھر گئے

دل جلا سن گفتگو اک وزیر کو / دی اجازت عاشق گو ہر سرکو
تحفہ نے سو نہائی شیخ کی / دیکھ کر وہ اشک ایک نیچی کی

یوں کہا ہے شیخ جان کہو تو ترا / اسکے وصفوں پر ہی ہے یہ روز ماترا
اسکو پہچانے تو گرا بیچ تخت / یعنی ہے جیسا کہ حق معرفت

اسکو ہی کیا حال ہو تیرا بنا / تو ہے یا عقل و ہوش تیرا کجا
گر یہ بیٹھی نیک نفس جن و دو / اندر آتش انگیخی جان و وجود

اسکے وصفوں پر ہو جب عالم فنا / عاشق حق کیوں نہو ہر دم فنا
جان و دل دین حب مجازی عشق پر / کیوں نہو قربان حقیقی عشق میں

اسکے اوپر کتنی ہوں میں اک مثال / تاکہ ہو معلوم جان باز کا حال

حکایت بطریق تمثیل

نقل ہے لڑکا تھا اک درویش کے / خوبصورت پاک طبیعت نیک بے

صورت و سیرت میں بس کامل تھا وہ / خوبی عالم تھا جسم اور دل تھا وہ
جسکا اسکو کروں میں کیا بیاں / تھا گویا اک حقی حکمت کا نشاں

پڑھتا تھا اک میر کے مکتب میں وہ / تھا مرا ذہن و ذکا میں سب میں وہ
میرکا لڑکا بھی جو پڑھتا تھا وہاں / شکل و صورت میں تھا یکتا زماں

گلبن جو حسن کے گلزار کا / آشیانہ طائر انتظار کا
ہوگئی ناگاہ الفت درمیاں / میر کے لڑکے کی اور اسکی بچان

شیفتہ ایسا ہوا بیسر فقیر / ایکدم رہتا نہ بے ابن میر
ناگہاں اک روز ایسا ہو اتفاق / آگیا مکتب میں حسب اتفاق

حال سب لڑکے کو بکا پوچھا آنکر / آخر اوس لڑکے کو مفلس جان کر
حکم اٹھانے کا اسکے دیا / اور معلم سے یہ مضمون کہدیا

یعنی ہوگی آخرش اے اہل ہنر / صحبت اسکی میرزادہ کو مضر
الغرض وہ شادی مجبور ہو / جا کہا درویش کے فرزند کو

کہنے سے استاد کے ہو چشم تر / اُٹھ گیا مکتب سے وہ خستہ جگر
پھر سنا تھو نہ دو لڑکے تو کیوں / ہے وہ لڑکا سخت بیمار و زبوں

تھی اسکو کوئی بیماری شاق / کہا گیا تھا میرزادہ کا فراق
آتش فرقت نے اُسکے روز و شب / جلتا بھنتا تھا بصد رنج و تعب

عشق و نحو تھا نہ شب سوتا تھا وہ / خون دل پیتا تھا اور روتا تھا وہ
کہا بیٹے نے دیا اسکو جواب / خواب اور راحت نے کیا آرام خواب

بھوک زیادہ ہو تو دیکھے کہا کباب / پیاس غالب ہو تو دیتا آنکھوں کی آب
نے کبھی ہنستا نہ کرتا بول چال / غم کو کھانے میں اٹھ ارتا نڈھال

حال کو اسکے کوئی گر پوچھتا / ہنسکے رو دیتا تھا کچھ بولتا
اندر اندر کہا کی رنج یار سخت / رفتہ رفتہ ہوگیا بیمار سخت

میر کے لڑکے کو جب پہنچی خبر / اسکی بیماری کی ہے تو جلد تر
جھٹ بلا کر ایک خدمتگار کو / یوں کہا جا پوچھ اس بیمار کو

جا مری جانب سے یوں کہیو بار کہہ / کیا ہی بیماری تجھے اے یار کہہ
آگے خدمتگار نے از سلام / میر کے لڑکے کا پہنچا یا پیام

یوں جمع ہے اب بس سوختہ جان تنہے / تیری الفت میں مرا دل ہنس گیا
تیری فرقت میں ہوا بیمار میں / اب تو دم کا ہوں مہماں یار میں

جان ہے القصہ میر ا بیگماں / جسم ہے تیرے سیاں اور جان وہاں
لوٹ گرے میرزادہ کا غلام / آیا اور بیمار کا لایا پیام

میر کا لڑکا یہ سنکر ناز سے
گر ترا دل مجھپہ لوٹا مائل ہے اب
جا کے نوکر نے پیام جان گزا
بعد لمحے طلب تو گھر میں آ
بعد اک ساعت کے نوکر میر کا
لے طبق رکھا ڈھکا اوپر رومال
اور کہا سب اس سے جا کر ماجرا
دیکھتے ہی اک لگی سینہ پہ چوٹ
ہے کے دل آرام اسکو ہو گیا
سنتے ہی خادم گیا وہاں جلد تر
رکھکے سر زانو پہ بیدم ہو گیا
ہو گیا وہ جان بحق تسلیم آہ
فائدہ کیا اس پشیمانی سے اب
لیکے سکتیں نے اشارہ دلربا
دل دیا لاکھوں خریدے ہے داغ
خلق وے مخلوق پر جان ہے عنا
شمع پر پروانہ ہو جل کر فنا
حسن یوسف عکس حسن حق ہی ہے
کوئی شو میگر دو بہلوی صدق
عشقہا گر بے رنگے بود
تھر تھرا کر گر پڑی بیہوش ہو
شیخ نے اسکو پکارا ای کنیز
نام جو لیتی ہے میرا بر ملا
غم میں اسکے عشق کی کیسلی ہے زرد
شیخ بولی ہاں میں عاشق ہی تو

بول اٹھا کیا جانے کس انداز سے
بھیجنے میں کون چیز مائل ہے اب
میر کے لڑکے کا عاشق سے کہا
اور طبق پوشیدہ لیجانا اٹھا
جب قریب موودہ پسر اندر گیا
اور زمین پر ہی پڑا وہ نونہال
میر کے لڑکے نے سنکر یہ ذرا
ہو گیا اسکا بھی ان پس ٹوٹ ٹوٹ
جب گیا پہلو سے دشمن سو گیا
اور اس جاں مدہ کی لایا خبر
سانپ کے کاٹے کی جوں جب سو گیا
سنکے اسکی بھی ہوئی حالت تباہ
چلگیا جب تیر ہٹ سکتا ہے کب
دیدیا دل کہہ کے پہلو سے جدا
اک کلی دیکر لیا پھولونکا باغ
عشق خالق میں نہو کیونکر فنا
عاشقان حق نہوں کیونکر فنا
حسن حق پر کیوں نہو عاشق نثار
غلط غلطان در رخم چوگان عشق
عشق نبود عاقبت ننگے بود
آہ بھر کر رہ گئی خاموش ہو
بولی لبیک ای سری باتمیز
مجکو جانے ہے کہاں سے تو بتا
آپکو کہو کر کے پایا اسکو فرد
پرتا ہی کون تیرا ماہرو

یعنی نوکر کو کہا جا جلد تر
دل ترا کیسا ہے گر مجھ بن اوداس
سنکے عاشق نے پیام دلربا
وہ طبق سربستہ لیجا کر ضرور
جا کے دیکھا ہی طبق رکھا ڈھکا
وہ طباق اسجا سے جلد لیجے اٹھا
اس طبق کو دیکھا جو وہاں اٹھا
تو وہ دل کو دیکھے راحت پا گیا
پھر کہا خادم کو جلدی دوڑ کر
ای وہ دلدادہ لڑکا مر گیا
عشق انجام کر کے چلگیا
اپنے کہنے سے پشیمان ہو گئے وہ
عاشق صادق تھا اور اہل کمال
اک اشارہ میں دیا دل بیخلل
جبکہ ہو عاشق مجازی کا یہ حال
عشق مولی کچھ نہیں لیلی سے کم
حسن یوسف پر زنان مصر مست
عاشقان صورت وہم و خیال
عشق حق میں تو ہے جو داک جا نکو
حضرت تحفہ نجم پر سینہ چاک
بعد ساعت کے جو آیا اسکو ہوش
بولی کہا پھر شیخ نے ای باادب
بولی جسے دست کو جانا ہے میں
کھل گئے سب ولیس اسرار جہاں
کر دو رارو شن ترا ہے کون ماہ

کہہ کے اس دلدادہ سے اسطور پر
بھیجتا ہے کیوں نہیں دل میرے پاس
ٹھہر دروازہ پہ نوکر کو کہا
جلد رکھنا میرزادہ کے حضور
اور زمین اکطرف لڑکا یہ پڑا
میر کے لڑکے کی جا آگے دھرا
دل تڑپتا پایا اس میں ملا
دلکو اسکے بھی مگر تڑپا گیا
جا کے اس جانباز کی لا تو خبر
جان کو جاناں پہ قربان کر گیا
گلبن تو پاے گل میں ملگیا
ہو گیا بیہوش بس رو رو کے وہ
دیدیا دلبر کو جو دل بے ملال
کر گیا اس شعر پر گویا عمل
کیوں نہ مست جان عاشقان فی الجلال
کیوں نہو مجنوں میں اسیر یکقلم
ہو کے کاٹھن جا نے لیلی ہے دست
کب ہو مشکل عاشقان فی الجلال
پا کے بدلا دس سے بیکر سات ہو
کہہ چکی جب حکایت درد ناک
پھر ہی نعرہ تھا اور جوش و خروش
کیا مرا جانے ہے تو نام و لقب
اس سے اسکو خوب پہچانا ہی میں
ہے نہ کوئی بھید اب مجھسے نہاں
کرتے ہے ترے ہی راہ

کونسے محبوب کی عاشق ہے تو
کونسے مطلوب کی شایق ہے تو
کونسے دلدار پر مائل ہے تو
کس کی تیغ ابرو کی گھائل ہے تو

کونسے ہے شعلہ رو کی سوختہ
ہے تو کس ترنگاہ کی دوختہ
ہے تو کس شیرین دہن کی تلخ کام
ہے تو کس چاہ ذقن میں غرق آب

کون ہے سرو قد کی پائمال
عشق میں کس ماہ کی ہے تو ہلال
ہے پھنسی ہی ہے کس کاکل کی تو
ہے تو نشہ میں سچ بتا کس مئے کے تو

زخم خوردہ ہے تو کس چوگان کی
گیند کی جون ہے جو غلطاں گئی
کونسے شمشاد کی قمری ہے تو
کونسے آزاد کی قیدی ہے تو

کونسے گل کی ہے تو بلبل بتا
کون ہے محبوب تیرا گل بتا

بیان کردن بی بی تحفہ معشوق محبوب خود را کہ محبوب من معبود برحق وقادر مطلق است

عرض کی تحفہ نے ای قطب زمان
ہے مرا محبوب خلاق جہان

یعنی جسنے کر دیا ہے بقصور
حرف وہ سے وہ تو عالم کا ظہور

عشق سے یہاں جسنے دی مجھے
یاد میں اپنے بہر سو کی مجھے

مجکو اپنے سے شناسا کر دیا
نور عرفاں سے مرا دل بھر دیا

خالق کونین پہ عاشق ہوں نہیں
مالک دارین کی شایق ہوں نہیں
دل دیا جسنے دیا دل اسکو میں
آپکو چھوڑ اگئی دل اسکو میں

دل دہندہ ہی کی دلبرہ ہوں نہیں
اپنے اس جاں بخش کی مردہ ہوں نہیں
اپنی ہستی بخش پر ہوں میں فنا
میری ہستی میں ہے وہ جلوہ نما

ہوں ستندہ آبرو کی آشکرنہ
اپنی عزت بخش کی ہوں خاک بیز
اپنے ہوں فروختہ پر سوختہ
اپنی شادی پر ہوں غم اندوختہ

اپنے اسیر آپ سو گل ہوں نہیں
گاہ قمری اور گہے بلبل ہوں نہیں
ہے مرا محبوب دو عالم کا رب
جسکی یا کی بولتی ہے خلق سب

جسکی وحدت کی ہے کثرت جلوہ گاہ
جسکی یکتائی کا شاہد اصل گواہ
ذات برحق بادشاہ بے بدل
فرد مطلق لایزال و لم یزل

ہے وہی معبود برحق میرا دوست
ہے وہی موجود مطلق میرا دوست
ہے مرا محبوب سے کن فکان
راز عالم جان جان روح جہان

ہے مرا محبوب مطلوب و حبیب
جو ہے مجھسے بھی بہت میرے قریب
ہے مرا معشوق وہ بیشبہ و بیشک
عشق میں جسکے ہے سرگرداں فلک

جسکی یکبر کے مے حیرت زدہ ہیں
ہے بڑی ہمت یہاں جان خریز
ہے نشہ میں جسکی عبدیت کے چور
آدم و جن و ملک حور و قصور

جسکے جام عشق سے ہوں ذات مست
فرش سے تا عرش موجودات مست
ہے وہی دلبر مرا وہ ہی حبیب
جو سوا اسکے نہیں کوئی حبیب

ہے جو محبوبان عالم پر یہ نور
ہے اسیکے پرتو کا سب ظہور
حسن محبوبان عالم سر بسر
عکس حسن حق ہے جو خوش سنگ گا

حسن نے راند وہ ہے یہ خوبی ظہور
عکس محبوبی ہے محبوبی خلق
گیا جب ہوئی ظاہر سی
اسکے عاشق پر جب آتی ہے منی

سایہ اپنے اصل کو جب چلیں
خاکمیں عشق مجازی رل گیا
ہو گر عاشق مجازی کو جو عقل
ساتھ اس سایہ کے وہ کرتا ہے نقل

سایہ تو جا اصل میں اپنے ملا
عشق حقیقی اسکو حاصل ہو گیا
جب حقیقت دیکھ لی اندر مجاز
تب حقیقی عشق میں کر ترک ناز

یعنی جب معشوق اسکا مر گیا
بیوفائی اپنی ظاہر کر گیا
ہو گئی باہر بدن سے روح جب
ہو گیا عشق مجازی سرد جب

چشم و گوش و چہرہ سب موج ہو گئے
عشق تنہا جسپہ کہو گیا تھے
پرتو حسن حقیقی کا وہ تھا
جب یہ عاشق ہوا تنہا مبتلا

پرتو جب اصل کو اپنے گیا
رہ گیا عاشق بچارا دیکھتا
کھل گئی جب آنکھ تب فریاد کی
عشق ناقص میں عمر برباد کی

اصل اور سایہ میں سمجھا کچھ نہ فرق
چھوڑ دریا کو ہوا قطرہ میں غرق

دیکھکر کے عکس خور دیوار پر
عشق کیا اور کی نہ سوچ پر نظر

آئینہ میں دیکھکر عکس حبیب
اصل صورت سے رہا تہا بے نصیب

جب خیال ماسوا باطل ہوا
عشق حقیقی تب اسے حاصل ہوا

عشق بر مردہ نباشد پائدار
عشق را بر حی و بر قیوم دار

عشق زندہ در روان و در بصر
میشود ہر دم زغنچہ تازہ تر

عشق مردہ پر نہیں ہے پائدار
زندہ اور قائم کا کر عشق اختیار

عشق زندہ کا ہو ہر دم تازہ تر
دل میں اور آنکھوں میں باصد کر و فر

ماسوا حق کے جو کچھ موجود ہے
شکل ہستی ہے وے نابود ہے

بند کر آنکھوں کو کر دل سے نظر
ہے وہی محبوب ہر جا جلوہ گر

غیر ہی کب ہے وہی موجود یار
اول و آخر نہان و آشکار

ہے حقیقت میں نہیں جز ذات ایک
دو نظر آتے ہیں احول کو وہ ایک

احول کو دور کر کے کر نظر
ہے وہی خورشید ہر جا جلوہ گر

ہیں اسی دریا کی سب موجیں ضرور
گرچہ رنگا رنگ ہے انکا ظہور

شمع گر لاکھوں تجھے آویں نظر
ایک ہی جب نور ہے ہر جا نظر

ہے ہزاروں آئینوں میں شکل ایک
عقل اس کثرت سے ہے حیران دیکھ

آئینوں کو دیکھکر کے رنگ رنگ
عقل جزوی اس تکثر سے ہے دنگ

پوچھ آئینوں کی کثرت سے تو گر
حق کی اسماء و صفات میں جلوہ گر

دس عدد ہوں یا ہزار ہوں یا کہ سو
ہر اک انکا ایک سے خالی نہ ہو

ہیں جو جسمیں نہیں وہ جسمیں ہو
وہ بہی ہیں ناچیز لے اعداد جو

یہ نہیں ہے وہ نہیں ہے میں و تو
ہے وہی نور منزہ چار سو

دو نکال اور ڈہونڈہ پہر ہو دو بجا
جان اسمیں آپ کو محو و نہال

اس سے زیادہ کہہ نہیں سکتا ہوں میں
ہے یہی بہتر کہ چپ بیٹہا ہوں میں

ہے سما وحدت نہ تاب پیر از پر
آدمی کب وام سخن میں ہے پذیر

قطرہ میں دریا سماوے کسطرح
ذرہ میں خورشید آوے کسطرح

باد اندر مشت آسکتی ہے کب
آگ پنبہ میں سما سکتی ہے کب

کوہ کو کیونکر اٹھاوے برگ کاہ
نور میں ظلمت کو ہو کس طرح راہ

رجوع بقصہ

شیخ سے یہ سخن تحفہ نے سن
رہ گئے حیران ششدر بے سخن

سنکے انسے یہ بدل میٹھے کلام
قند وحدت سے ہوئے شیریں کام

کر گیا اسکے گوہر معنی بگوش
شربت توحید کو بس کر کے نوش

یوں کہا قیدی تجھے کسنے کیا
رو دی اور کہہ تہہ دل یہ کہا

جاہلوں نے کر کے باہم شورا
بند مجھ آزاد کو بس کر دیا

بعد ازاں اک آہ بھر کر گر پڑی
شیخ نے جانا گئی مر اس گھڑی

ہوش جب آیا تو پہر وہ سنکے پڑہے
چند شعر اپنے مناسب حال کے

دیکھ اسکی حالت مضطر کو شیخ
اور سنکر قصے سے سر کو شیخ

صاحب بیمارخانہ سے کہا
بہر حق کر اس ولیہ کو رہا

اس گرفتار محبت کو تو چھوڑ
آہو صحرائے وحدت کو تو چھوڑ

قید سے تو چھوڑ اس بے قید کو
تا ترے سر لاوے حق امید کو

کر تو آزاد دو عالم کو آزاد
دو جہاں میں تا کرے حق تجھکو شاد

سنکے اسنے طوق اور زنجیر توڑ
اسکے کہنے سے دیا تحفہ کو چھوڑ

پہر کہا یوں شیخ نے تحفہ سے جا
اب چلی جا تیرا دل چاہے جہاں

عرض کی تحفہ نے اے مولا مگر
پیر کے جانیکا ٹہکانا ہے کدہر

قید میں ظاہر کی ہیں کیا قیدی ہوں
قید باطن کی سے پابند ہوں

شیر معنی ہو نہیں آزاد دو کون
بند کر سکتا ہے کون اب مجھکو کون

طوق زنجیر اور یہ بند اسیر کے
اک اشارہ میں فنا ہوتے ہیں سب

کیا نہیں تمنے سنا اے خوش خصال
قید میں منصور کی قوت کا حال

قید میں جب رم کیا منصور کو
فانی حق غرق بحر نور کو

حکایت حضرت شیخ منصور رحمہ اللہ

ساتھ اسکے تین سو تھے اور چند
اپنے اپنے جرم کی شامت سے بند

بولے منصور انکو تمسے بند توڑ
تم اگر چاہو تو دو نہیں سکو چھوڑ

یوں کہا ہے یہ گر ممکن ہے جو
کیوں نہیں دیتی خلاصی آپ انکو

یوں کہا مجکو شریعت کا ہے پاس
قید حق میں ہوں نہیں مجکو ہراس

ہاں اگر چاہو تو دو نہیں تمکو چھوڑ
اک اشارہ میں تمہارا بند توڑ

پھر اشارہ جو کیا انگشت سے
بند دست و پا سے انکے گر پڑے

قید یوں نے آپکو دیکھا جو خاص
بند اور زنجیر سے بالکل خلاص

عرض کی سب نے کہ اے شیخ بلند
کسطرح جان ہم زندان ہی بند

اور ہیں زندان رو نیز مستعد
پہرے اور چوکی کی اوپر مستعد

یوں کہا منصور نے پھر کیا ہے ڈر
کہکے یہ اور کی سوئے زندان نظر

شیخ کے کرتے ہی مداوا نظر
ہو گئے بیہوش گو دیوار نہیں در

پھر کہا اب جاؤ تم سب لے نکل
اپنے اپنے گھر کو جاؤ بے خلل

بولے سب تم کیوں نہیں چلتے ہو گر
یوں کہا جانا ہے مجکو دار پر

ہو مرے سینہ میں اک سر نہاں
دار پر جاکر کرونگا میں عمل

بعد اسکے حکم سے دلدار کے
ٹکڑے ٹکڑے ہوئنگے جسم اسکے

اسطرح میں ہوں بحکم حق بند
امر شیخ آسکا ہے مجھ پر مثل قند

میرے پیارے تو مجھے اے ہوشمند
کر دیا ہے بند میں شیخ نے بند

اس مرے محبوب نے کر دی مجھے
اپنے اک بندہ کی بس بندی مجھے

اسکی مرضی پر رہونگی دلسے بند
ہو جدا میرا یہاں گر بند بند

گر مرا مالک ہو راضی جاؤنگی
اور نہ صابر ہوں نہیں گھبراؤنگی

شیخ سری نے کہا ہنسکر کے یوں
ہے عجب قصہ کہ تحفہ دار اے ذو فنون

اس سخن سے ہو گیا آب اشکبار
میں ہوں بھولی تو ہے ہوشیار

ملاقات شدن شیخ سری سقطی از ماجرا مالک تحفہ

شیخ اور تحفہ بہم آپس میں باز
کرتے ہے تم گفتگو راز و نیاز

تاجر دل خستہ سینہ سوختہ
لیکن تم غصہ سے سینہ دوختہ

آگیا باہر اندر نا گہاں
جانب زندان بندی بے اماں

آگے داروغہ کے یوں اسنے کہا
ہے کہاں تحفہ کہا اندر ہے جا

پاس آکر بیٹھے ہیں حضرت سری
سنکے یہ خوش ہوگیا وہ اسکے گھری

شیخ کو دیکھا تو بس خرم ہوا
فکر سے تحفہ کی دل پر غم ہوا

بولا برکت سے دعا کی آئی اب
مشکلیں آسان ہونگی میری سب

بعد تسلیم و ادب ہو چشم تر
رکھدیا پھر شیخ کے پاؤں میں سر

شیخ بولا ہوش کر اے ذی تمیز
مجھسے سو درجہ ہے بہتر یہ کنیز

بے ادب مجھسے گدا کا بشمار
شاہ حسنی کو کیا ہے بندہ خوار

لائق تعظیم پر تو ہو ستم
اور ہونا لائق معظم محترم

ابلہاں تعظیم مسجد میکنند
در جفای اہل دل جد میکنند

کرتے ہیں مسجد جز درون اولیا
کیونکہ ہے وہاں جلوہ فرما کبریا

کیا نظر بندی ہے اے انا و رانہ
باز کو پشہ کہیں پشہ کو باز

ہے عجب دنیا کا یہ برعکس کار
خار کو جانیں ہیں گل اور گل کو خار

جاہ کو جانے ہیں راہ اور رہ کو چاہ
شاہ کو مسکین کہیں مسکین کو شاہ

نیک کو جانے ہیں بد اور بد کو نیک
ایک کو سمجھیں ہیں دو اور دو کو ایک

غمکو شادی جانے اور شادی کو غم
نم کو دریا سمجھیں اور دریا کو نم

خوار کو سلطان سلطان کو ذلیل
دانا کو نادان نادان کو عقیل

سہل کو مشکل کہیں مشکل کو سہل
اہل کو نا اہل نا اہلوں کو اہل

عاقلوں کو جانتے مجنوں ہیں یہ
اور جو ہیں مجنوں انہیں عاقل کہیں

خلق جسکو جانتی سردار ہے
پیش اہل دل وہ ذلیل و خوار ہے

اور جسے سمجھیں ہیں خوار و ذلیل
ہے حقیقت میں وہی شاہ جلیل

اس کنیز کو کہ ہے سلطان جان
کسلئے رکھتا ہے خوار و مستہان

کیوں کیا اس گلبدن کو خوار و زار
کیوں کیا اس آئینہ کو پر غبار

جان کو اپنی ستاتا ہے کوئی / خاک میں زر کو ملاتا ہے کوئی
کیوں اس آزاد دو عالم کو کیا / قید میں اسکا سبب مجکو بتا
کر بیاں اسکی حقیقت مجھ سے تو / اول و آخر سے یکسر ہو بہو
حال کیا کہتی تھی اور کیسا ہر جوع / یہ جنون اسکو ہوا کیونکر شروع
ہو گئی ہے کب سے یہ زحمت اسے / کتنی مدت سے ہے یہ حالت اسے
اشک سے لعل و گہر کر کے نثار / شیخ سے کی عرض تاجر نے کہ یار

بیان نمودن تاجر حال تحفہ رحمہا اللہ

سنیے مجھ سے قصہ تحفہ بہوش / عشق کی کیجے در تحفہ بگوش
سنیے ساتھ اسکی کہانی کو مری / اس بلائے ناگہانی کو مری
کان دیجے تا مری دکھ کا دہول / نکلے راہ گوش سے کچھ تو اس آن
ایکدن پہرتا تہا میں بغداد میں / آ گیا اک کوچہ بیداد میں
خلق کا دیکھا وہاں اک اژدہام / گر رہی تہی قند پر جیسے ہوام
ایک سے پوچھا میں کیسی ہے یہ ہجوم / ہے کہا اک فتنہ تحفہ کی دہوم
بکتا ہے اک شاہد خورشید فام / جنس تحفہ ہے تحفہ اسکا نام
دیکھا اسکو شمع وو گل بدن / سب گئے ہیں بلبل و پروانہ بن
وصف اس گلرو کا جب مجھ پر کھلا / دلمیں پیدا ہوئی اسکی تمنا کا ملا
جلوہ گاہ اس رخ از راہ گوش / برد از تاجر روان و عقل و ہوش
الغرض میں بہی غریت کو بڑہا / بہیڑ چیر پہر آگے بڑہا
دیکھا رخ اسکا تو پایا جلوہ گر / کان سے بہتر ملی مجکو نظر
نور کا پتلا عجب دیکھا عیاں / جسکی ہے تعریف میں قاصر زباں
ہیں خریدار اسکے صدہا مشتریا / قیمت اسکی کرتے جاتے ہیں سوا
سب سے آگے بڑہکے آخر میں کہا / اسکی قیمت دونگا میں سب سے سوا
یاں تلک لایا کہ جو اندر شمار / آئے درہم اسکی قیمت میں ہزار
لے لیا میں نے آخر کو بجان / فتنہ دوراں آشوب زمان
آیا خوش ہو کر گہر میں جلد تر / خانہ ویران گھر کو لیکر اپنے گھر
خوبی حرفت کا تہا بس اسکو غلو / خاطر عالم رہی تہی اسپہ ڈہل
سر سے پا رکھتی تہی زیبائی بنا / پر عیاں جہیسے سودائی بنا
شوق کی بیکلی اکدن تنگ کو / تہی لگی گانے بجانے چنگ کو
تہا زباں پر یہ کہ اے فریاد رس / کون تجھ بن ہے دو بیکس کا کس

اظہار شدن عشق تحفہ وزور شور او

چارہ بیچارگان بیکس کا رفیق / ما یہ بے مایہ گان بس کا شفیق
دستگیر ناتوان عاجز نواز / مستغیث عاجزان چارہ ساز
دل ہند بیدلان عاشق نواز / مرہم زخم دلان پاکباز
اے مرے دلبر مرے جان کے حبیب / اے مرے نزدیک دوروں کے قریب
پردہ دل میں سے کی لی تو نے جا / خلق کر در پر مجھ سے دی تو نے جا
پر ہے تیر عشق سے سب تن مرا / تلق کرتا تو نہیں ہے دامن مرا
بندگی تیری ہے میری زندگی / غیر کا کر دفع بند بندگی
ہے قسم تیرے جمال پاک کی / دام غم میں تیرے جیسے میں پھنسی
دو جہاں کا دل سے تیرے غم گیا / تخم الفت تیرا دل میں جم گیا
ہر گھڑی میں سمایا ہے تو ہی / غیر کی مجھ میں گنجایش رہی
بیکسو کا تو ہے کس مکس ہیچ میں / دستگیری کر کہ بس ہیچ ہیچ میں
ہاتھ سے اسکی کر مجکو خلاص / کر مجھے اپنے کرم سے اپنا خاص
کہکے یہ پہر تجہا شار و بڑی / کہو رہی مژگان سے سہی لڑی
جلد از ان اٹھکر کو توڑا سکو / اور کیا رونا شروع اور کہا ہو
ماسوا کی آرزو دل میں توڑدیں / آرزو میں دلسے اپنے چہوڑدیں
جو کوئی اس محفل عشق میں تہا / تاجر اور تہا اسکے نزد جو بڑا
بول اٹھا ہر یک کسی سودا ہے / سر میں اس بیباک کے سودا پڑ گیا
تیر عشق بیٹہا کسی خوش ناتے / زخم کہایا اسکی جان آگاہ نے

عشق کا مارا کھینچے اسکو تیر — پار دل کے ہو گیا سینہ کو چیر
پر ہوا روشن نہ وہ ہے کون ماہ — کون سے برج نے ہی مارا اسکو آہ
گذرا اسی حالت میں اسکو ایک سال — کھانا اور پینا تھا سب پر وبال
اس کو گستی تھی غم بے حد سبب سے یہ — بہا گئی تھی مثل وحشی سب سے بچ
آہ و نالہ سے اسے الفت کمال — اپنی بیگانہ سی تھی وحشت کمال
گاہ سر پیٹتی تھی دیواروں سے اٹھ — گاہ جا جنگل میں وہ وارث کو توڑ
نوچتی تھی گاہ اپنے سر کے بال — گہ طمانچوں سے کرتی تھی منہ کو لال

لیک کی ہر چند سب نے بار ہا — جستجو اسبات کی ادہر ادہر
ماری تیغ عشق کس معشوق نے — زخم دل کھایا جو اس معشوق نے
عیش و نکو تھا نہ سونا انکو — لب تیغ خندہ نے زبانی گفتگو
تھی گریبانسے عداوت ہاتھ کو — تار دامن میں نہ چھوڑا بات کو
شور افغانی کبھی تھی دم بدم — گاہ خاموشی ہی رکھتی تھی کلام
رات بھرتی تھی یا روتی تھی یہ — مجکو ہونے ہے خود سیتی تھی
کام تھا گریہ سوا اسکو روز و شب — جان میری اس سے آئی ہے بلب

مقید کردن تحفہ را در بیمارستان و بیان شور او و غلبہ عشق الٰہی

گرچہ مدہوش کی ہیں سو ہزار — اک نے بھی پر کیا ہے نہ کار
کر کے سب آخر ہی سب نے بند و قید — کر دیا اسکو گلے بزنجیر طوق
اشک آنکھوں میں رہتی تھی پر خیال — عاشقانہ تھی غزل تحفہ عیال
جبسے اتنک وہ ہی دیوانی ہے یہ — عقل و حس سے اپنے بیگانی ہے یہ
کھانا پینا ترک اسکا ہو گیا — خواب و آرام اسکا سو گیا
نقل غم اسکا ہے و نا ہی شراب — لوٹنا جگنا ہے بیہوشی ہے خواب
ہے جنون پر اپنے دیوانی سدا — عقل سے رہتی ہے بیگانی سدا
ہو ہے روشن جس جگہ شمع بلا — اپنے وے پروانہ جان کو جلا
ہے محبت اسکو وحدت سے سدا — دشمنی رکھتی ہے کثرت سے سدا
اسکی آنکھوں کو ہے نت دیتے عشق — اشک کو میل خودی ہے مستی عشق
اور جو پوچھو سبب پوچھی ہے یہ — گنج دولت کی ہے گو بخشی ہے یہ
رکھتا تھا امید تالوئیں لقوہ — ہم مثل قیمت کے اسیر سوداور
رکھتی ہے ظاہر جو یہ حسن و جمال — اس سے زیادہ ور ہے اسمیں کمال
شیخ بولے اسمیں کیا ہے وہ ہنر — جس سے اسکی ہے یہ قیمت درقہ
فن موسیقی میں رکھتی ہے کمال — قال سے اسکے ہو عالم اہل حال
ذوق میں گر کہ یہ گاتی ہے جب — مست ہوتے ہیں وحوش و دیوار سب

جبکہ بگڑا اور بھی اسکا مزاج — بند کرنا ٹھہرا آخر کو علاج
چشم کو جانی تھا اسکو نکالنا — پڑھ رہی تھی شعر اپنے حسب حال
جسکا سب مضمون سوز و درد تھا — گریہ و افغان و آہ سرد تھا
دشمنی ہے خویش داریسے اسے — ہمدمی ہے آہ و زاریسے اسے
کھا کباب دل لگی ہے بھوک اگر — جب پیاسے ہے پیتے خون جگر
راحت و آرام سے بیزار ہے — اور تڑپنے لوٹنے میں طاق ہے
گر سنے تھوڑا بہت روتی ہے یہ — رنج و غم پر اپنے خوش ہوتی ہے یہ
غش ہے اپنی بیخودی ہستی ہے یہ — مرتی ہے نت جینی ہستی ہے یہ
اپنی حیرانی کی یہ مشتاق ہے — شور دل میں شہرہ آفاق ہے
اسکی اسی حالت نے اے اہل حال — کر دیا ہے عیش سے سب خراب
بانہہ حال اسکو میں ہے زور مار — ہے خریدا دیکھئے درہم ہزار
کیونکہ کہتی ہے یہ اک کامل ہنر — جس سے اسکو چاہتا ہے ہر بشر
جس سے زیادہ خلق میں اسکی ہے قدر — شوق کا خلقت کی ہے اسمیں ہجوم
یوں کہا ہے مطرب گاتی ہے یہ — دلکو اک نغمہ میں لیجاتی ہے یہ
جو کوئی آواز کو اسکی سنے — ذوق سے وہ دو بہر سر کو دھنے
لحن و ادا دی اسے حق نے دیا — اور دم عیسی اسے حق نے دیا

واسطے نغمہ کے جب کھولے زبان
ہاتھ میں جب ساز کو لیتی ہے یہ
جب بلند کرتی ہے آواز کو
سنکے سری نے کہا تحفہ سے یوں
حال دل کچھ تو بھی کر اپنا بیان
روئی اور ہنسکر کہا اے شیخ دیں
کہتا ہے اپنی سمجھ کی ہر کوئی
یعنی کی حق نے مرے دل سے کلام
لے لیا سب کو جذبۂ الفت کو میں
سب گناہ ہونگے مرے کر کے معاف
فضل سے حق کے ہوئی مقبول میں
زہد نا مرغوب ناچیز و حقیر
ہے یہ فضل و لطف اسکی ذات میں
سنگریزہ لیکے دے لعل و گہر
لے گل پژمردہ دے گلشن تجھے
لیکے تجھسے کوزۂ آب حباب
سجدۂ سر جو نہیں جز خاک و خون
چشم نم لے دے ہے یم رحمت تجھے
لطف و احسان کا ہو اسکے کب بیان
پشہ کو شہباز کر دے بال و پر
وہ ہوا اسکا جواب اسکا ہوا
چند ایام اندر عمر مستعار
پیش عقبیٰ دنیا اک ساعت ہے بس
مت کران انفاس خوش کو خوار
آخرش جب چھوڑ کر مر جائیگا

جاکے آتی ہے تن مردہ میں جان
صوفی اک عالم کو کر دیتی ہے یہ
ہوتی ہے برپا قیامت جا بسو

بلبل روح اسکا سن آواز چنگ
مرغ دل ان سے ہو جب کھولے زبان
اور سوا اسکے نہیں جو اسمیں کمال

پرسیدن شیخ سری سقطی از تحفہ مطربہ حقیقت حال او

حال سے میرے نہ واقف ہر کوئی
ہے زبان محبوب اپنی اس مقام
پر نہ چھوٹا اس در دولت کو میں
کی عطا جنت مجھے ز اختلاف
سیر باغ وصل میں مشغول کیا

پھر کئی اشعار عربی کر پڑھے
بعد فرقت کے ہوئی قربت وصول
جو کہا مانا میں رغبت سے اسے
ایک جنت کیا اسکا ہو نہ
لطف حق نے کر دیا مجھے بلند

ذکر عطائے بی انتہائے الٰہی در عبادت بندگان خود

بدلے اک دانہ کے دے خرمن تجھے
جام کوثر دے ہے با اشک گدا
بدلے اسکے دے ہے قرب یگانہ
آہ دل لے دے ہے مر صلت تجھے
بخشدے اونا کو اک ملک جہاں
روبہ مسکیں کو طاقت شیر نر
وہ ہوا اسکا تو سب اسکا ہوا
کر کے طاعت لے حیات پائدار
ایک ساعت ہی بہر راحت ہے بس
غفلت و نسیان سے بچ رہ ہوشیار
جز ندامت کے نہ لیکر جائیگا

لیکے شاخ خشک دے بستان تجھے
لے دو قطرہ اشک دے دریا نور
ایں جو اعمال جو اج خاک و باد
دست پا لے بال و پر دے اور دہان
تخت پر خش کو جب ہے جلوہ گر
ذرہ کو خورشید کر دیتا ہے وہ
ہوش کر اے یار بہر وصل جان
وہ حیات جاودانی ہے انتہا
ہے کہاں افسوس تری ہوش عقل
تن دیکھ عیش بے مست تو شاد
تو حیات جاودانی ہے اگر

جائے گلزار ارم کو بیدرنگ
ہو صدا اسکی جو حیران گوش جان
اسکے واقف ہے خدائے لایزال
سچ ہے کیا تاجر بیان کرتا ہے خوب
دست بر دل دیدہ تر کھولی زبان
سچ کہا تاجر نے گر چہ سچ نہیں
جنکے معنی میں نے ہندی میں لکھے
کر لیا حق نے مجھے پاک اور قبول
ہو گئی حاضر پکارا جب مجھے
ہو گیا وہ وارث ہر دو سرا
زہد ناقص تلخ و تیرہ مثل قند
فضل سے بخشی اسے نعمت کثیر
پوتھ لیکر دی ہے موتی ہاتھ میں
دی ہے مشت خاک دی ہے سیم و زر
بدلے اک دینار کے دی کان زر
لے ہے گندہ پیر دے حور و قصور
لیکے دے نعماء جنت بامراد
تنکے بدلے جان بخشے جان جان
بندۂ عاجز کو بخشے تاج سر
قطرہ میں دریا کو بھر دیتا ہے وہ
مزرع دنیا ہے کچھ بو لے یہاں
گرد جسکے نیستی ہر گز نہ جا
سانس تیرا ہی لگا گنتی ہے نفس
آخر ہو مثل عقیمہ نامراد
پہلے مر مرنے سے جاگا ورنہ مر

آفریں جان انکو جو رہ اسکی میں جا
مرحبا سر کو جو ہوا سپر فدا

مرنا اس رہ میں ہے رشک زندگی
ہے یہ مرنا زندگی پایندگی

عہد پیمان ازل کو یاد کر
ذکر حق سے ملک دل آباد کر

غفلت و نسیان ہے رہ تو دور تر
پاس کر انفاس کا اے بیخبر

پاسبان بنکر کا رکھ دور و شور
تا نہ آجائے کہیں غفلت کا چور

ایکدم نسیان اگر تجھکو ہوا
عمر کی دولت ہے بیجا کا چورا

ایکدم غافل نہ رہ کر ذکر حق
تا نہ رہ جائے غیر ذکر و فکر حق

غیر حق کو دل سے اپنے دور کر
نور کے جلوے سے دل معمور کر

ذکر کر ذاکر نہ تا ہووے عیاں
نی کہ ہو جنبش کرے جاری زبان

ذکر تن طاعت ہے ذکر دل حضور
ذکر سری نور ہستی سے نفور

ہو مشاہد حق کا ذکر روح یہاں
رویت و دیدار ہو سند وہاں

ذکر لفظی عارضی ہے اے عزیز
ذکر روحی جوہری ہے اے عزیز

جبکہ تجھپر ہو عیاں سلطان ذکر
اس گھڑی ہو سر بسر کان ذکر

ذاکر اور مذکور ہو جا ایکبار
غیر حق کی کب ہے باقی شمار

ہو تیرے دل میں جہاں جان عیاں
جیسے اک دریا کا قطرہ یہ جہاں

یہ جہاں گم ہو وہم بے انتہا
تم کو ہے اس کا بس نشہ و نما

پیش خورشید کرم اے جان عم
ہیں دونوں ماہ و خورشید ذرہ سے کم

الغرض ہے حق تجلی سے نہاں
پھونک کر کر دے تجھے بے نشاں

بعد اسکے ہو نہیں سکتا بیاں
ہو تجھے ذکر سے جو کچھ عیاں

جب کہ ہے عشق احد سے ظہور
میم احمد سے میان ہو وجود

دل سے جسدم عشق کا شعلہ اٹھا
جز احد کے کون آئے احمد ہا

بندگر امداد اب آگئے زبان
قصہ تحفہ کو کر ہم سے بیان

رجوع بقصہ و خریدن شیخ سری تحفہ را و منظور نکردن تاجر و آزاد کردن تحفہ را

شیخ نے دیکھکے حال و قال
پائے جب تحفے میں سب کمال

خاطر ناد میں ہے باکمال
ہو گیا ایک اسکی تمنا کا نہال

اور کہا دل میں کہ لڑکو نے گہر
مول لینا ہے بہت آسان تر

دونو عالم سے ہے بہتر یہ گہر
اور ہے تاجر طفل نادان بیخبر

حقہ پر لعل سر بستہ ہے یہ
ے تو اسکو کھول دیوے گی گرہ

گرچہ سستے ہیں پاس اسکے درہم نہیں
لطف حق کا بھی مگر کچھ کم نہیں

شیخ نے پھر اسکے تاجر سے کہا
بیچ تحفہ کو میں دوں اسکی بہا

بیچتا ہے تو اگر لیتا ہوں میں
جو طلب قیمت کرے دیتا ہوں میں

جسقدر زر چاہئے تجکو سو لے
لیک تحفہ پیر کو مجکو دے

عرض کی سنکر کے تاجر نے کہ اے
ہو گیا ہوں فقر سے میں تو تباہ

میں تونگر ہو گیا اے پیر فقیر
کب ہے تم پاس اسقدر دولت کثیر

تم ہو خود مسکین کہاں تم پاس شے
جو خریدو گے اسے اے بہر دین

جو کہ نقد و جنس میرے پاس تھا
سب کا سب ہیں اسکی قیمت میں ہیچ

ہو گیا محتاج سب کچھ صرف کر
لے کنیز کی قیمت میں اب زر

یہ تمانہ وہ میں بیکس رہ گیا
مثل عاشق بیدل و بیدل ہا

آہ صد افسوس اب میں کیا کروں
کس سے جا اپنی مصیبت کو کہوں

شیخ نے اس سے کہا تک صبر کر
لاتا ہوں میں اسکی قیمت تو بخبر

بعد ازاں اٹھکر کے با آہ و بکا
روتے روتے شیخ اپنے گھر گیا

گھر گئے شیخ اور تھا پاس یکدگر
جز دعا و گریہ و افغان و آہ

مناجات شیخ سری سقطی در طلب قیمت تحفہ رحمہا اللہ

جاکے بس حیران تنہا بیٹھکر
رات بھر روئے بصد سوز جگر

عرض کرتے تھے کہ اے پروردگار
حال میرا تجھپر ہے سب آشکار

پاس میرے کچھ نہیں ہی ای جواد
ہے ترے فضل و کرم پر اعتماد

کر دے اے سدم اپنی رحمت کی نظر
مجھ غریب و مفلس و بیمار پر

کھول گنجینہ کرم کا اپنے در
اور عطا تحفہ کی قیمت مجھکو کر

سرخرو کر مجھکو تاجر کے حضور
وعدہ کر آیا ہوں میں اس سے ضرور

ہو میرا یارب تو اب حاجت برار
کر نہ مجھکو سامنے تاجر کے خوار

بہر حق ہو کر رحمت موجزن
کر مجھے سوا نہ اندر مرد و زن

شیخ کی بس عجز و زاری دیکھکر
آگیا دریا کرم کا جوش پر

لوٹتے تھے شیخ خاک عجز پر
ناگہاں شیخ کا کسی نے آکے در

کھولا دروازہ تو دیکھا اک امیر
بالباس فاخرہ روشن ضمیر

ہے کھڑا در پر با آداب تمام
اور شمع روشن لئے ہمرہ غلام

اور کئی ہمراہ خادم با ادب
تھیلیاں زر کی لئے ہاتھوں میں سب

کون ہے پوچھا دیا اسنے جواب
ہوں میں احمد بن شتی ای جناب

شیخ نے اس سے کہا اسوقت تو
کسلئے آیا کہا ای نیک خو

مجھکو اس رات ای ولی با خدا
خواب میں یوں پہنچی ہاتف کی ندا

یعنی لیکر چند زر کی تھیلیاں
جا کے سری کی نظر کر اس زمان

دے کے سری کو کرا سکا جی خوشی
جان تو اسکی خوشی میری خوشی

آپکے پاس اسلئے آیا ہوں میں
ہو مقبول اب جو کچھ لایا ہوں میں

شیخ نے سن مژدہ راحت فزا
سجدۂ شکر حق کی نعمت کا کیا

صبح ہوتے ہی ادا کرکے نماز
باہر آئے شیخ با شوق دراز

میر کو لے ساتھ اپنے با شرف
لیگئے تشریف تحفہ کیطرف

ہاتھ احمد کا پکڑ ایک آن میں
لیگئے اسکو بیمارستان میں

دیکھا جو صبا بیمارستان کو
بیٹھا ہے آنکھیں لگائے چار سو

شیخ کو دیکھا تو کہکر مرحبا
عرض کی آ دیکھ اب مجھپر کھلا

یہ کہ درگاہ خدا میں بیگمان
قرب تحفہ رکھتی ہے قدر و شان

غیب سے کل آئی مجھکو یوں ندا
بیشبہ تحفہ ہے مقبول خدا

چاہتی ہے رب کو وہ اور اسکو رب
فضل رب کا اسپہ ہے ہر روز و شب

ہی خدا کا قرب اسکی جان میں
نور عظمت اسکی آنکھوں میں

شیخ کو دیکھا تو تحفہ رو پڑی
اور یہ کی حق سے مناجات اسگھڑی

یعنی خوش بیٹھی تھی میں آکر یہاں
تو نے عالم میں میرا شہرہ کیا

حال سے میرے کوئی واقف نہ تھا
وصف کا میرے کوئی واصف نہ تھا

خلق میں مشہور کرکے ای خدا
کر دیا مجھکو بلا میں مبتلا

بند محکم میں یہ جو ہے مشتہر
ہی یہ بند آہن سے بھی بدتر

خلق میں جو ہوگیا مشہور تر
کھلگئے سو آفتوں کے اسپہ در

غیرت و رشک و حسد غصہ و خشم
بغض و حرص و دشمنی کینہ و خشم

ہر طرف سے اسکے اوپر کر ہجوم
آن گرتے ہیں جیسے پر ہجوم

گر تو ان آفات سے چاہے پناہ
دامن عزلت پکڑ اور اس جا بیٹھ

مرکب عزلت ہو گمنامی کی راہ
آفت شہرت سے جب پکڑی پناہ

جسنے دیکھی ہو نہ خلوت کی بہار
کیا قدر جانے وہ گمنامی کی بہار

شب قدر سے قدر گم ہونیکی پوچھ
عظمت عزلت کی اسم اعظم سے پوچھ

قدر و عظمت اگر چاہے ہی تو
بیٹھکر خلوت میں گم کر آپکو

آگیا تاجر بھی اتنے میں وہاں
آنسوؤں کی سیل چہرے پر رواں

شیخ بولے غمزدہ آیا ہوں میں
جسکا تو طالب ہے وہ لایا ہوں میں

شیخ نے پھر پیش کی ہمیان زر
عرض کی تاجر نے آنسو دیکھکر

میں نہیں دیتا ہوں اس تحفہ کو اب
قیمت اسکی دیگا کوئی کب

قیمت تحفہ ہے بس اسکے سوا
ہے اس اسکو کب کروں میں اپنے سے جدا

بڑھ گئے اور درہم چند بار
بڑھتے بڑھتے پہنچے تا چالیس ہزار

رو کے تاجر نے کہی آخر یہ بات
خواب میں تحفہ نے کہا مجھکو یہ رات

یعنی ہے مقبول حق تحفہ ضرور
پاس ہے میرے خویش و بیگانے دور

جان سے مرکیطرف مائل ہے یہ
ہے دیوانی بہت عاقل ہے یہ

ہوگیا جب ظاہر اسکا مرتبہ
کر سکے کون اسکی اب بیع و شرا

اب اگر دنیا کی دولت دے تمام
کب قبول اسکو میں ہی یکسر تمام

اور جو کچھ ہے سیم و زر کے سوا
وہ بھی میں نے سب فقیروں کو دیا

حق کی مرضی پر تھا جب نے کمر
باندھ لی سعی کو رستہ میں کمر

اور کہا گویا کہ رب العلمین
خوش ہے میرے اعمال سے ہرگز نہیں

مجھسے راضی ہوتا گر پروردگار
مال میرا ہوتا تحفہ پر نثار

پاس میرے مال و زر جتنا ہے اب
خالصاً للہ دیا میں سب کا سب

پاس میرے جو کچھ ہے ملک و مال
ترک دے کر دیا میں بے ملال

الغرض دولت لٹا کر میر نے
رکھا بار فقر سر پر میر نے

خالصاً للہ بہ تن بالیقیں
کردیا آزاد تحفہ کے تئیں

کردیا سب کچھ رہ حق میں نثار
تا کروں حاصل بقائے کردگار

میر جو جان تاجر کا سنا
ہاتھ سر پر مار کر رونے لگا

جو تھا محروم اس حرکت سے میں
جھکگیا تا قدم حسرت میں

شیخ سے پھر میر بولا بہر آہ
تم رہو سبات کیسے یہ گواہ

چھوڑ کر کے حشمت و جاہ و سریر
راہ میں جنگل میں تا ہوں فقیر

کردیا راہ خدا میں سب سبیل
بس مجھکو کافی ہے وہ نعم الوکیل

ڈالے اپنی سب مرادیں توڑ کر
باندھی مولی کی رضی پر کمر

پڑ گیا تحفہ کی برکت کا اثر
کردیا یک لخت سب کو راہبر

عشق کا تحفہ کے اک شعلہ اٹھا
گھر دیے ہمسایوں کو سب ہی جلا

عشق کے دریا میں خود تھی غوطہ زن
پاس تھا ان کو بھی لے ڈوبی وہ زن

بیان تاثیر صحبت کاملان و تحریص صحبت و خدمت ایشان

جون گری کان نمک میں ہو نمک
رنگ عارف کیوں نہ پھر حق کا ہو رنگ

تا وصال حق سے ہو تو ہمقرین
تا کہ ہو حاصل تجھے آب حیات

صحبت کامل سے ہو لعل و گہر
بے شمع جانا ہلاکی ہے میاں

ہوویں دنیا کی ہوس سب ست کا

خور کا ہو سنگ و شجر میں جب اثر
ہوئی بس اکسیر کامل کی نظر

ہو تو ان شیروں کے قدموں پر نثار
خاک سے کم ہے جو ہو خاکی کا پا

ڈھونڈ حق کے یار کا ہمدم کا
بحر مقصد بیکراں اور دور راہ

تا توانی بندہ شو سلطان مباش

آزاد شدن تحفہ رضی اللہ عنہا و گریختن او از خلق

شیر غران کی طرح وہ ہانسی اٹھی
تا مکان کا مار ڈالا اک سر پہ ڈال

عشق کی لی ڈال سر پر جیسے خاک
اور عصا آہ کا ہاتھ میں لیا

جسم سے پوشاک سیر کرکے جدی
جائے اطلس لیا تن پر پلاس

پہن عریانی کا ایک کرتہ لیا
باندھی بیتابی کو ٹکے سے کمر

کرلیا اپنا سا سب کو یک بیک
پکڑے خربوزہ سے خربوزہ تو رنگ

تو بھی کامل کا بنا جا ہمنشین
ہووے ان کا سا ہو کے ساتھ ساتھ

گرچہ ہو تو سنگ و آہن سے بتر
رات اندھیری اور رہ میں گم کیا دلیل

خدمت کامل کو کر تو اختیار
خاکپائے کاملاں ہو اکسیر

درد کی برکت سے تحفہ کی غرض
انکی صحبت نے کیا ایسا اثر

تحفہ بند بندگی سے جب چھوٹی
لباس فاخرہ تن سے نکال

عقل کی چادر کو کر کر چاک کیا
اشک کے دانوں کی تسبیح بنا

صحبت کامل نہ دے کیونکر ثمر
سنگ و آہن جس سے ہووے لعل و زر

پتھر سکا معرفت کا کر شکار
صحبت نوری سے دیکھے سو بہا

تا خدا تیرا ہو یار اور رنگسا
رکھ تا روشن نظر تا ہو پناہ

زخم خور جو نکو شمع چوگان مباش
بہتر اس سے ہے کہ ہو تو تاج سر

کھو دیا ان سب کا روحانی مرض
ہو گئی اکسیر سے جوں مثل زر

تن پہ اک گدڑی پرانی ڈالی
ترک دے کر دیا راحت کا پاس

مفلسی فقر کا توشہ لیا
اور مصلی عجز کا مونڈھے پہ دھر

درد و رنج و غم کو کر اپنا رفیق
وقت غم بیٹھا کیا ہے رو دینا کا آب
اس سے اسیر کی یا ہنستی ہو بھر
جانتی ہوں اس سے اسکو خاصتہ
جبتلک میں نہ دیکھا دلبر کا وصال
ہو قرار و صبر کب بلبل کو آہ
تا نہ دیکھوں شعلۂ رخسار ماہ
تا نہ جاؤنگی میں اس گلگوں سے مل
گرچہ ہے ہردم نیا جلوہ وصال
کہکے یہ اور اٹھ کے باز آئی وہ آہ
شیخ اور تاجر وغیرہ بعد ازیں
چھوٹے ہیں جیسے قفس سے جانور
روح صالح تن سے جوں فرقت کرے
دام میں قید آ ہوئی جتنی جو تھا

بکڑا اسنے نامرادی کا طریق
کردیا آزاد حق نے تجکو جب
واسطے اسکے ہی بن جاتی ہو غیر
دل سے مائل ہوئی میں اے اسیر سر بسر
پائی فرقت میں ہوگی پائمال
جبتلک دیکھو نہ روئی گل کو آہ
میں ہونگی غم سے جل جلکر تباہ
غنچہ سان ہی خون ہیگا یہ اودل
پر ترقی پر ہے عاشق کا خیال
چھوڑ کر سبکو بیا جنگل کا راہ
باہر آئے دیکھا تحفہ کے تئیں
اڑ گئی جھٹ ہو گئی گم سے سے
ٹھہرتی ہے کب وہ جنت سے درے
بند کھلتے ہی ہوا مثل ہوا

اور کیا آنکھوں سے جاری بحر خون
آہ بھر کر عرض کی تحفہ نے یوں
بہاگتی ہوں اس سے میں اسکے طرف
جبتلک اس تک نہیں پہنچونگی میں
ماہی بے آب کو کب ہو قرار
تا نہ دیکھونگی لب و دندان یار
اسکے سودا کی محبت میں تباہ
گرچہ ہے دلبر مرا ہر لحظہ پاس
ای برادر بے نہایت رنگی است
وہ نئے ابن زر کر وہ جا کر جب
ڈھونڈھا ہر چند سب نے [illegible]
مل گیا خشکی سے تا کہ حسب خواہ
بلبل بے بس جو تھی پنجرہ میں واہ
اب نشاں اسکا کہاں پایا تجھے ہم

شیخ سری نے کہا پھر اس سے یوں
واسطے اپنے غم رونے نہ ہو
اور رونا اس سے ہے اسیر صرف
جانکو اپنی یونہی کھونگی میں
ہو جبتلک بحر تک اسکا گذار
میں ہونگی خون دل سے اشکبار
جان و تن کو کر دونگی میں فدا
لیک مستغنی کی کب بجھتی ہے پیاس
ہرچہ بردو میری بردو مالیست
ہو گئی مثل پری اک دم میں غیب
پھر نہ تحفہ کا پتا ان کو ملا
ماہی بے آب کو در کار راہ
کہلتے ہی گھر کی بیا گلشن کا راہ
وہ ہو صحرا کی دق میں گم

رفتن شیخ و تاجر و امیر احمد بن مثنی به بیت الله و انتقال کردن امیر در راه مکه و ملاقات شدن شیخ از تحفه و انتقال نمودن تحفه و تاجر

جب تحفہ کا پتا ان کو ملا
جب پایا تحفہ جان کاہ کو
دولت دنیا تو تہی کر کے نثار
لیکن با شوق دل و سینہ صاف
تھا اک مضمون اس نے کیا بھی
ہے چراغ شب سے روز روشن کا تو
درد ہے تیرا شفا بیمار کی

کر دیا پھر عزم بیت اللہ کا
چلدیے پھر تینوں بیت اللہ کو
جان بھی جان آفریں پر کی نثار
کر رہے تھے شیخ کعبہ کا طواف
یعنی کہتا ہے کوئی بیدل بات
شادی دل ہے غم اندوز دل کا تو
زخم تیرا ہے دوا داغدار کی

شیخ و تاجر امیر تینوں ہو بہم
مر گیا انمیں سے رستہ میں امیر
میر تو انکے گیا مر راہ میں
اک صدا آئی پر ندائی کا نہیں
ای امیر محبوب ای محبوب دل
رہنمائی تجھسے ہے گمراہ کی
پیاسے تیرے شوق کی گھٹتا نہ جو

متفق ہو کر کیا قصد حرم
حسرت و درد و الم کا کہکے تیر
شیخ و تاجر پہنچے بیت اللہ میں
جس سے جوش انکی بڑا آجائیں
ای امیر مقصود ای مطلوب دل
وہ ہے آگاہی تو جان آگاہ کی
تیرا ہی وصل ہے کب سیر ہو

عاشق حق ہے بیگانہ دنیا میں بقر
سنکے اس سے شیخ مضمون دعا
سنکے اسدم شیخ کی آواز پا
شیخ نے پوچھا کہ تو کون ہے بتا
رحم حق تجھ پر ہوئے حیرت کیجا
میں ہوں تحفہ جسکو کی تمنے رہا
ہے پڑی اک غار میں وہ پاک تن
سر ہمیں قد ہوا اسکا خلال
قطرہ خون تھی ہزاروں چشم پر
کیا ہوا حاصل تجھے کہ بعد ازاں
جیسے چھوٹا دو ستون اور شہر کو
اسم اعظم سے تھیں موج کا عیاں
قدر و قیمت پانی میں چھپنے میں ول
خلق ہے جسم ہوتی ہوں میں نہال
تخت پر اپنی محبت کے بٹھا
قربت حق سے ملے الست مجھی
تھا میرے ہمراہ عرب کی راہ میں
حقتعالی کی مرا الفت میں وہ
شیخ بولے وہ کریم بے ریا
ہے طواف اندر تیری امید کر
دم میں بھر کر سانس ٹھنڈا مر گئی
عمر طاعت میں گذاری یار کی
غم تو اپنا کر نہیں گر مجکو غم
بعد لی سے وہ بھی گر کر خاک پر
دیکھکر یہ حال بولے شیخ یوں

آہ و دیدہ کی ہوا ہے بقفص
مثل سیل اشک اس جانب چلا
چونک اٹھی یکبار گی وہ پارسا
جسکے نالہ سے مرا دل خون ہوا
اشنا کے بعد ہونا آشنا
پانی پڑھے تیرے میں سو نوا
خاک میں غلطاں ہے اسکا تن بدن
بدر تن گھٹکر ہوا مثل ہلال
سو لبو پر آہ و نالہ پر شرر
خلق سے ہو کے خلوت میں نہار
تو نے کیا دیکھے کرم حق کے کہو
کیا ملی عظمت اسے ہو کر نہال
لعل و گوہر کوہ کے کو نہیں جوں
جو نہاں تھا ہو گیا مجھ پر عیاں
تاج الفت کا میرے سر پہ دھرا
غیر اسکے سب سے وحشت ہے مجھے
مر گیا غم سے وہ تیری چاہ میں
ہمسفر میں ہیگا میرا جنت میں وہ
خط آزادی تجھے جسنے دیا
لگ رہی ہے ہر طرف اسکی نظر
عشق کی سب کام پورے کر گئی
مرد وار آخر کو جان بھی دی کی
جائیے اتم ہیں جس جا ہیں غم
مر گیا تحفہ کے رکھ پاؤں پہ سر
انا للہ والیہ راجعون

جو کہ ہو غم سے تیرے پر اضطرار
جا کے دیکھا اک طرف اک خستہ تن
سر اٹھا کر اسنے دیکھا شیخ کو
سنکے بولے لا الہ الا ہو
تم گئے کیا بھول اے سری مجھے
شیخ نے دیکھا جو اسکو غور کر
ہو گئی ہے حد سے جیسے خیال
ہو گیا قامت الف سے اسکا نون
شیخ نے تحفہ سے پوچھا آخر
تجھکو تنہائی میں کیا حق نے دیا
عرض کی تحفہ نے اے ذی والا قدر
میں نے پایا خاک میں عزت ہی ل
سیم و زر کی جوں مجھے اب کس
لا کھ میں اک کرم سکتے تھے
وغم و درد غم میرا سب کر دیا
شیخ نے اس سے کہا یوں وہ ا
یوں کہا تحفہ نے وہ نیکو سرشت
حق نے بخشا ہے اسے وہ مرتبا
تا جر دل خستہ الفت میں تیری
سنکے تحفہ نے دعا اک دل سے کر
جان دے دی جان اسنے رائگان
چھوڑ کر اے دل آہ وہ تنہا گئی
آگیا تاجر بھی ناگہ اسگھڑی
جان دی ہی میا خستہ مثل شمع
بعد ازاں تجہیز و تکفین کر

بے تیرے دیکھے اسے کب ہو قرار
سر بسجدہ خاک میں ہے نعرہ زن
اور کہا اے شیخ سری خوش تو ہو
جہل ہو بعد علم کے اے نیک خو
میں ہوں تحفہ مول لیتے تھے جسے
مثل تنکا ہو گئی ہے سوکھکر
ہے گلے تن مردہ کانٹے کی مثال
مار مردہ کی طرح کا کل نگوں
تحفہ تنہائی سے کیا پایا ثمر
کر بیاں کچھ لطف و صف کبریا
شیخ قدر ہے جسے پانی کیا
خاک سے پایا ہی جوں ہر تخم سبل
ملک کا اس بتاں ہے ایک شیخ
دی ہے اپنے قرب میں مجکو جگہ
عشق سے اسکے میرا دل بھر دیا
مے تھا جو قیمت میں تیری زر و زر
ہیگا ہمسایہ میرا اندر بہشت
آنکھ نے دیکھا نہ کانوں نے سنا
چار چشم ہے شوق زیارت میں تیری
مر گئی رکھ کر در کعبہ پہ سر
جان جاناں پر فدا کی اسنے جان
سیکھ اے سن سری تو مر گئی
دیکھا تحفہ کو کہ ہے مردہ پڑی
ساتھ اس شمع کے جلکر بعد تنگ
خاک میں دونوں کو سونپا رکھ کر سر

شیخ نے دونو کا کر گور و کفن — بعد حج راہی ہوئے سوئے وطن
رحمت حق ہو جیو شام و سحر — ادن شہیدوں کی روان پاک پر
رحمت حق ہو سدا اون پر نثار — دے جگہ ہمکو بھی اب اپنے جوار
بارہ سو تھے اور اکاسی سال ہجر — ہو چکا جب حضرت تحفہ کا ذکر
ہو چکی جب مثنوی تحفہ تمام — تحفۃ العشاق کہا اسکا نام

مناجات بدرگاه قاضی الحاجات

مولفہ

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہم

الہی یہ عالم ہے گلزار تیرا — عجب نقش قدرت نمودار تیرا
جہاں لطف گل ہے وہیں خار غم ہے — ہے گل خار میں گل میں ہے خار تیرا

عجب رنگ ہے رنگ رنگ میں ہے — یہ ہر رنگ صنعت کا اظہار تیرا
خوشی غم میں رکھی ہے اور غم خوشی میں — عجب تیری قدرت عجب کار تیرا

یہ نقشہ دو عالم کا جو جلوہ گر ہے — ہے ہر دو میں روشن سب انوار تیرا
یہ تو نا ہی اپنی نظر کی ہے یارب — ترے نور کو سمجھیں اغیار تیرا

ہر رنگ ہر شی میں جا بجا دیکھا — چمکتا ہے جلوا قمر وار تیرا
نہیں جگہ اور نہیں مکان ہے — کہ جس جا نہیں کرو اذکار تیرا

تو ظاہر ہے اور لاکھ پردہ میں ہے تو — تو باطن ہے اور تحت اظہار تیرا
تو اول نہیں ابتدا تیرا یارب — تو آخر نہیں انتہا کار تیرا

تو اول تو آخر تو ظاہر تو باطن — تو ہی ہے تو ہی یا کہ آثار تیرا
نظر کو اٹھا کر جدھر دیکھتا ہوں — تجھی دیکھتا ہوں لیغار تیرا

الہی میں ہوں بس خطادار تیرا — مجھے بخش ہے نام غفار تیرا
عفو کر ہے چاہے گنہگار تیرا — کہو کس سے چھوٹے گرفتار تیرا

الہی بتا چھوڑ سرکار تیری — کہاں جائے اب بندہ لاچار تیرا
نگاہ کرم تک بھی کافی ہے تیری — میں ہوں بندہ گرچہ بہت خوار تیرا

دوا یا رضا کیا کروں میں الہی — کہ دارو بھی تیری ہی آزار تیرا
مرض لا دوا کی دوا کس سے چاہوں — تو شافی ہے میرا میں بیمار تیرا

میں ان چیز تیری جو چاہے سو کر تو — تو مختار میرا میں لاچار تیرا
الہی میں سب چھوڑ کر ہار آیا — لیا ہے پکڑ اب تو دربار تیرا

سوا تیرے اب کوئی میرا نہیں ہے — تو مولی ہے میں عبد بیکار تیرا
کہاں جاوے جسکا نہ کوئی تجھ بن — کسے ڈھونڈے جو ہو طلبگار تیرا

کیا اپنے در سے اگر دور اسکو — کدہر جائے عاجز یہ لاچار تیرا
نہ پوچھی سوا نیک کاروں کے گر تو — کہاں جائے بندہ گنہگار تیرا

گناہوں نے ہر طرف سے مجکو گھیرا — سنا جب کہ ہے نام غفار تیرا
رہیگا نہ کچھ نقد عصیاں سے میرا — لگیگا جو رحمت کا بازار تیرا

دلیر ہم گناہ ہو نہ کیونکر نہ ہوویں — کہ ہے نام غفار ستار تیرا
سدا خواب غفلت میں سوتا رہا میں — نہ اک دم ہوا آہ بیدار تیرا

چلا نفس و شیطان کے احکام پر میں — نہ مانا کوئی حکم زنہار تیرا
برے کام میں عمر افسوس کھوئی — کیا میں نہ اچھا کوئی کار تیرا

رسوا ہوں جیسا یہاں حشر کو بھی — نہوں جبکہ ہو عام دربار تیرا
مری مشکلیں ہوویں آسان اک دم — جو ہو وے کرم مجھپہ اکبار تیرا

خبر لیجیو میری بھی اس دم الہی — کھلے جبکہ بخشش کا اخبار تیرا
ہوں ظلمات عصیاں نے حسنات روشن — جو ہو مہر رحمت نمودار تیرا

کہاں میں کہ عصیاں کہاں تیری رحمت — کہاں خس کہاں بحر ذخار تیرا
لگا کر نہ کافر بھی امید بخشش — لگے ہونے جب رحم اظہار تیرا

گنہ میرے حد سے زیادہ ہیں یارب — مجھے چاہئے رحم بسیار تیرا
نہ ڈر دشمنوں سے رہا جب کہ مجکو — کہا تو نے میں ہوں مددگار تیرا

تمنا ہی اسبات کی مجکو ہر دم
کہ دل سے نہ باہر ہو اذکار تیرا

ترا نام شیریں ہے حلاوت سے دل کی
ہر اک بات سے خوش ہی تکرار تیرا

الٰہی ہے وقت نیچے جاری
تصدیق دل لب اقرار تیرا

نہ کوئی مرا ہی نہیں میں کسیکا
تو میرا ہیں عاجز دل افگار تیرا

تو میرا میں تیرا میں تیرا تو میرا
ترا فضل میرا مرا کار تیرا

نہیں میں تو ہی ہے تو ہی ہے نہیں میں
تو ہی نور میرا میں آثار تیرا

میں ہوں عبد تیرا تو معبود میرا
تو مسجود میں ساجد زار تیرا

الٰہی بچا قہر سے اپنے مجکو
کہ ہے عفو بخشش کرم کار تیرا

یہ جور و جفا ہے ہمیں ہی مارے
نہیں ظلم اور جور اطوار تیرا

بدوں کو کرے نیک نیکو نکو بد
یہ ہے بے نیازی کا بازار تیرا

نہیں کافروں کو جو توفیق ایماں
کہ ہے نام قہار جبار تیرا

حکومت ہوئی اسکو حاصل جہاں کی
ہوا جو کوئی حکم بردار تیرا

فنا ہو گیا جو تری دوستی میں
تو ہی یار اسکا وہ ہی یار تیرا

دو عالم خریدار ہوا اسکا جنکے
جو ہو نقد جان سے خریدار تیرا

کھلیں اسکی آنکھیں کہ ہیں بند جسنے
عیاں ہیں نہاں اسپہ اسرار تیرا

رہی ہوش اسکو کسیکا نہ اپنا
الٰہی ہوا جو کہ ہشیار تیرا

الٰہی مجھے ہوش دے ابتو ایسا
رہوں میں سدا مست میخوار تیرا

تو کر بیخبر ساری خبروں سے مجکو
الٰہی ہوں اک خبردار تیرا

میں درد و مرض سے چھوٹوں جالینوس
لگے جو محبت کا آزار تیرا

الٰہی وہ جلوہ محبت عطا کر
جو کر دے مجھے عاشق زار تیرا

الٰہی عطا ذرہ درد دل ہو
کہ نازاں ہے بس یہ بیمار تیرا

بنا اپنا قیدی کر آزاد مجکو
ہے آزاد سب سے گرفتار تیرا

جو جاگا سو سویا جو سویا سو جاگا
سلا مجکو تا ہوں نہیں بیدار تیرا

بھکاری ترا جاوے محروم کیونکر
کہ نعمت خزان بخشش ہے تیار تیرا

ترا خوان انعام ہے عام سب کو
ہے شاہ و گدا ہر نمکخوار تیرا

بھکاری کی ورد دل تر ہو نہ کیونکر
نہیں کم نا معمول انکار تیرا

کوئی تجھسے کچھ کوئی کچھ چاہتا ہے
میں تجھسے ہوں اللہ رب طلبگار تیرا

نہیں اس سے زیادہ مجھے کوئی خواہش
ہر اک شے سے ہے وصل درکار تیرا

نہیں دونوں عالم سے کچھ مجکو مطلب
تو مطلوب میں ہوں طلبگار تیرا

ہے جنت کی نعمت تو سب سے بہتر
میسر ہو اے کاش دیدار تیرا

مٹے بیں تک جلوہ فرما الٰہی
کہ تجھ بن ہے ویران اب تیرا

نہیں وصل افسوس قسمت میں میری
میں سایہ نمط گرچہ ہوں یار تیرا

تو ہی جان و دل سے ہے نزدیک تیرے
ولے آہ ملنا ہے دشوار تیرا

ہوں با وصف اس قرب کے دور ایسا
ستاتا ہی پھر ہجر خونخوار تیرا

یہ قرب و معیت ہے یہ بعد ایسا
نہیں کھلتا یارب اسرار تیرا

حجاب خودی میرا یارب اٹھا دے
کہ تا دیکھوں بے پردہ دیدار تیرا

ذرا آپ اپنے میں امداد تو
کہ ہو کون تو کیا ہو گفتار تیرا

تو کر صیقل آئینہ دل نام حق سے
کہ تا جلوہ گر اس میں ہو یار تیرا

زباں سے طرف دل کے مشغول ہو تو
وہیں جلوہ فرما ہے دلدار تیرا

اٹھا غم رکھا امید امداد حق سے
تجھے غم ہے کیا رب ہے غمخوار تیرا

نہ ڈر فوج عصیاں سے گرچہ بہت ہے
کہ ہے رحم حق کا مددگار تیرا

الٰہی تو خدمت میں دل ہے ہر دم
تو چاکر ہے اسکا وہ سرکار تیرا

تو پڑھ اس مناجات کو بیخودی سے
کہ تا جاوے ہر غم یہ آزار تیرا

الٰہی قبول ہو مناجات میری
کہ رد کرنا ہرگز نہیں کار تیرا

نبی کریم آل و اصحاب سب پر
درود و سلام ہووے ہر بار تیرا

مرے پیر استاد ماں باپ بھی
الٰہی ہے رحم بسیار تیرا

تمام شد

تالیفات حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہم

ضیاء القلوب ۳ر ایضاً اردو ۳ر غذاء روح ۲ر
گلزار معرفت ۲ر مثنوی تحفۃ العشاق ۱ر جہاد اکبر
ارشاد مرشد ۲ر دردنامہ غمناک ۱ر

تالیفات حضرت مولٰنا رشید احمد صاحب مدظلہم العالی

امداد السلوک ترجمہ رسالہ مکیہ تصوف فارسی ۳ر
ہدایۃ الشیعہ ہادی علی لکھنوی کے دس
سوالوں اور ایک اشتہار کا جواب ۳ر
زبدۃ المناسک جیبی مع ضمیمہ عربی بول چال ۳ر
لطائف رشیدیہ۔ استفسارات متعلقہ آیات
قرآنی مع پردہ مروجہ شرفائے ہند ۱ر
کراہت جماعۃ ثانیہ۔ تکرار جماعت کی کراہت ۱ر
رسالہ تراویح۔ بیس رکعت تراویح کا احادیث
صحیحہ سے ثبوت اور غیر مقلدین کا رد ۱ر
رسالہ جمعہ۔ اہل حدیث کے فتویٰ ثبوت
جمعہ در قریٰ کا جواب ۱ر
رسالہ وقف اوقات قرآنی کا احادیث کے
ثبوت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱ر
فتویٰ ظہر احتیاطی۔ احتیاط الظہر بعد الجمعہ
فی القریہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱ر
ہدایۃ المعتدی۔ عدم جواز قرأت خلف الامام
میں یہی ایک رسالہ ہے جسکو مخالفین بھی پسند کرتے ہیں ۲ر
سبیل الرشاد وجیہ۔ مسایل مختلفہ حنفیہ اہل
حدیث میں منصفانہ محاکمہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱ر
فتویٰ میلاد۔ مع دیگر علمائے معتبر کے
مولود شریف کے حسن و قبح کا بیان ۱ر

تالیفات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

جس نے مولٰنا مرحوم کی تقریر سنی ہے وہ جانتا ہی ہوگا جس نے نہیں سنی وہ آپ کی تصانیف سے معلوم کرسکتا ہے کہ حق تعالیٰ نے آپکو کس درجے کا علم اور فہم مرحمت فرمایا تھا۔

آبحیات۔ ثبوت حیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عہ
ہدایۃ الشیعہ، اجوبہ اربعین، انتباہ المومنین (تنقیح مضامین مذہب شیعہ) عہ عہ عہ
تقریر دلپذیر، حجۃ الاسلام مع تتمہ (حقانیت اسلام کا عقلی ثبوت) عہ ۳ر
مباحثہ شاہجہان پور، میلہ خداشناسی، انتصار الاسلام، قبلہ نما (مناظرات مخالفین اسلام دلائل عقلی و نقلی) ۶ر ۲ر ۲ر ۵ر
تصفیۃ العقاید، توثیق الکلام (سید احمد خان کی ایک تحریر کا جواب) ۲ر ۱ر
دلیل محکم، تحفہ لحمیہ (گوشت خوری فطری امر ہے) ۱ر ۱ر
قصاید قاسمی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۲ر
لطائف قاسمی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱ر
جمال قاسمی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱ر
تحذیر الناس ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۲ر
مناظرہ عجیبہ در رد شبہات تحذیر الناس ۳ر
حق صریح در اثبات تراویح ۔ ۔ ۔ ۲ر

تالیفات حضرت مولٰنا اشرف علی صاحب تھانوی زاد مجدہم

تعلیم الدین۔ ضروریات دین۔ نصائح
اشغال۔ مراقبات۔ مکاشفات وغیرہ ۶ر
صفائی معاملات۔ مسایل متعلقہ خرید فروخت ۱ر
مکتوبات امدادیہ۔ حضرت حاجی صاحب کے
خطوط بنام مولانا عم فیوضہم وغیرہ ۳ر
اصلاح الرسوم۔ رسوم مروجہ کی ہدایت
جزاء الاعمال۔ اعمال کیساتھ جزا
فروع الایمان۔ سچے پکے مومن کا دستور
تحقیق تعلیم انگریزی۔ انگریزی پڑھنے کے منافع مضار
حق السماع۔ گانا سننے پر محققانہ مضمون ۱ر
خطب ثورہ۔ آنحضرت صلعم اور صحابہ
تابعین سے منقول خطبے ۔ ۔ ۱ر
اصلاح الخیال۔ نیچریہ خیالات کی اصلاح کا اہل بدعت ۲ر
تجوید القرآن۔ قرآن مجید کی تلاوت کے ضروری قواعد نظم
شجرہ مع تعلیم الطالب۔ حضرت حاجی صاحب کے
شجرہ میں مقام مدفن مشایخ و تاریخ وفات
اضافہ کئے گئے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۱ر
علاج القحط والوبا۔ وبا و قحط عالمگیر کا روحانی علاج
حفظ الایمان۔ سجدہ غیر اللہ و طواف قبور و علم غیب ۱ر
تحقیق المہدی والمسیح۔ بحث مرزا غلام احمد
قادیانی کے متعلق سوالات کا جواب ۱ر
اصلاح ترجمہ نذیریہ۔ ڈپٹی نذیر احمد دہلوی
کے ترجمہ قرآن کی اغلاط فقہی و صوفی ۱ر
تکمیل الیقین۔ احکام شرعیہ کی تفصیل
اور اس کا دلایل عقلیہ سے اثبات عہ ۲ر
حقوق الاسلام۔ اہل اسلام کے باہمی حقوق ۱ر
خطبۃ مولد۔ قابل دید ۔ ۔ ۔ ۱ر

جملہ خواستیں بنام مولوی محمد یحییٰ تاجر کتب گنگوہ ضلع سہارنپور آنی چاہییں